سہ ماہی مجلّہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

نگران: حافظ اسعد محمود سلفی
مدیر: محمد عظیم حاصل پوری

16
محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
جنوری، فروری، مارچ 2013ء

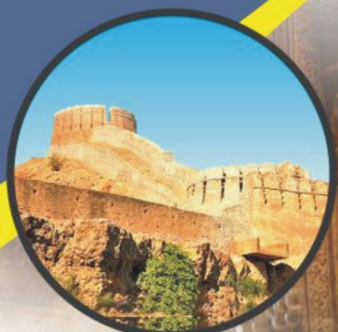

- ماہ صفر اور اس کے متعلقہ مسائل
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش
- اہل بیت اور ان کے فضائل
- فورٹ عباس اور قلعہ پھولڑہ کی سیر
- محدث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ
- ہماری اور ہمارے اسلاف کی نماز

ناشر
شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ
کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم
16

محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
جنوری، فروری، مارچ 2013ء

سرپرست
چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ
حافظ اسعد محمود سلفی

بیادِ
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر
محمد عظیم حاصلپوری

معاون
مجیب الرحمٰن سیاف

مجلس ادارت
الشیخ عبدالحمید الازہر حفظہ اللہ
پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ
حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ
الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ
ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ
اساتذہ جامعہ ھذا
طلبا جامعہ ھذا
انتظامیہ جامعہ ھذا

فہرس

درس قرآن	محمد مصطفیٰ ﷺ	الشیخ عبدالوحید ساجد ۲
درس حدیث	غسل مسنون کا طریقہ	محمد مالک بھنڈر ۳
ماہ صفر اور اس کے متعلقہ مسائل		رحمت اللہ شاکر ۴
رسول اللہ ﷺ کا یوم پیدائش		مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ۱۰
احکام فقہیہ میں قرأت قرآنیہ کے اثرات		قاری عنایت اللہ ربانی ۱۷
اہل بیت اور ان کے فضائل		مجیب الرحمٰن سیاف ۲۳
فورٹ عباس اور قلعہ پھولڑہ کی سیر		مدیر کے قلم ۳۵
مرجعہ کون.....؟		محمد رفیق طاہر ملتان ۴۳
محدث حافظ عبدالمنان نورپوریؒ		عبدالرحمٰن ضیاء جھنگوی ۴۹
کھجور ایک صحت بخش پھل		محمد یحییٰ طاہر ۵۹
ہماری اور ہمارے اسلاف کی نماز		حبیب الرحمٰن ۶۳
پانی پینے کے آداب		قاری لقمان محمدی ۶۸
پڑوسی کے حقوق		محمد عثمان فاروقی ۷۶

مجلّہ المکرّم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے
www.almukarram.webs.com
Email: mukarram.grw@gmail.com

خط وکتابت
جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرّم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
0301-6131916/055-3846592
Hasalpuri@gmail.com

زرتعاون ——— 20 روپے

سرکولیشن منیجر
حافظ عبدالقدیر
0308-6522441

www.Asslafia.com

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

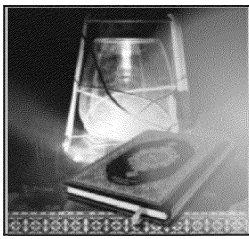

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس قرآن محمد مصطفیٰ ﷺ

الشیخ عبدالوحید ساجد (شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾.[البقرة: ١٢٩]

''اے ہمارے رب اوران میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جوان پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب وحکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اہل حرم کے لیے جوآخری دعا فرمائی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں یعنی اولاد ابراہیم میں سے ہی ایک رسول مبعوث فرمائے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾[الجمعة:٢]

''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا، جوان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔''

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی آپ کے معاملے میں کون سی نشانی سب سے پہلے ظاہر ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری ماں نے خواب دیکھا کہ ان کے وجود سے روشنی نکلی جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔''

مسند احمد (٢٢٣٢٤)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جناب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔'' صحیح مسلم (٢٢٧٦)

درس حدیث

غسل مسنون کا طریقہ

محمد مالک بھنڈر (مدرس جامعہ ھذا)

’’حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر دونوں ہاتھ دھوئے، پھر دائیں کے ساتھ بائیں پر پانی ڈالتے ہوئے شرمگاہ کو دھویا، پھر بائیاں ہاتھ، جس سے شرم گاہ کو دھویا تھا زمین پر رگڑا، پھر تین بار سر پر پانی ڈالا اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچایا پھر تمام بدن پر پانی ڈالا، پھر جہاں آپ نے غسل کیا تھا اس جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوئے بخاری، الغسل (۲۴۸) (۲۵۷) ومسلم، الحیض (۳۳۰)‘‘

ہر عمل کی طرح غسل بھی وہی ہوگا جو مسنون ہوگا ورنہ نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:۳۳)

’’اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو (ان کی اطاعت سے منہ موڑ کر) اپنے اعمال برباد نہ کرو۔‘‘

ہر کام کا دارومدار نیت پر ہے لہذا غسل کرتے ہوئے طہارت کی نیت کرلیں۔

پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوکر بائیں ہاتھ سے گندگی وغیرہ صاف کریں اور استنجاء کریں۔

مٹی یا صابن وغیرہ سے اپنے ہاتھ پاک کریں۔

پھر وضو کریں لیکن سر کا مسح نہ کریں اور پاؤں نہ دھوئیں۔

پھر اپنی انگلیوں کو تر کرکے سر کے بالوں کا خلال کریں اور بعد میں تین چلو بھر کر پانی ڈالیں (اور بالوں میں انگلیاں ڈال کر اچھی طرح ملیں تاکہ بالوں کے نیچے جلد تر ہو جائے۔)

تین چلو اس طرح ڈالیں کہ پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف اور پھر درمیان میں۔

پھر سارا بدن دھولیں۔ غسل والی جگہ سے ایک طرف ہو کر پاؤں دھولیں۔

ماہ صفر اور اس کے متعلقہ مسائل

تحریر.....رحمت اللہ شاکر (مدرس جامعہ ھذا)

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

التوبة:(٥١)

''نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو بتا دیں جو مقدر میں لکھا ہے وہی ہونے والا ہے وہ ہمارا مولا ہے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔''

توکل وہ عمل ہے جس کا حکم آپ ﷺ کو قرآن مجید میں کئی بار دیا گیا ہے۔اصل میں یہ ہمیں سمجھانے کے لیے ہے ورنہ نبی ﷺ کا سارا معاملہ ہوتا ہی اللہ کے ساتھ ہے۔ارشاد ربانی ہے

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾

''آپ اس ذات پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں آسکتی۔'' (فرقان:٥٨)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نبی کریم ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ اگر ساری امت اس بات پر متفق ہوجائے کہ وہ آپ کا فائدہ کریں تو اللہ کو اگر منظور ہے تو فائدہ ہوگا اور اگر سارے مل کر تیرا نقصان کرنا چاہیں تو اللہ کو جو منظور ہے وہی ہوگا۔ ترمذی،صفة القيامة(٢٥١٦)

دوسری سمجھنے والی بات یہ ہے کہ دین اسلام کی بنیاد توہم پرستی، بدشگونی اور شک پر نہیں بلکہ خالص یقین اور بصیرت پر ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾

يوسف:(١٠٨)

''اے نبی ﷺ کہہ دیں! یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں بھی صاحب بصیرت ہوں اور میرے ماننے والے بھی صاحب بصیرت ہیں۔''

تیسری بات یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے کوئی سال ،مہینہ اور دن

برااورنحوست والانہیں ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے کہ بعض مہینوں کو دوسرے مہینوں پر فضیلت دی ہے۔جیسے

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾

''مہینوں کی گنتی اللہ کے ہاں زمین آسمان کی تخلیق کے دن سے ہی بارہ ہے اوران میں چار مہینے قابل احترام ہیں۔'' التوبة:(٣٦)

پھران میں رمضان کی اپنی ایک الگ فضیلت ہے اور جمعہ کے دن کو بھی فضیلت حاصل ہے۔جمعہ کا دن بہترین دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی میں جنت سے نکالے گئے اوراسی دن توبہ قبول ہوئی اوراسی دن قیامت قائم ہوگی۔

کافروں کی ایک غلط حرکت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''مہینوں کے ناموں کوتبدیل کرکے گنتی پوری رکھتے ہوئے آگے پیچھے کرنا یہ کفر میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔'' توبه:(٣٧)

حجۃ الوداع کے موقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''زمانہ گھوم کراپنی اصل پر آ گیا ہے یعنی جوترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی وہی قائم ہوگئی ہے۔

محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے افسوس! کہ مسلمانوں نے اسے غم اورافسوس کا مہینہ بنادیا،شادیوں پر پابندی لگائی جواپنی طرف سے شریعت سازی ہے جوکسی صورت بھی جائز نہیں۔

صفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ صفر کا معنی خالی ہونا ہے عرب لوگ محرم کے احترام میں لڑائی نہیں کرتے تھے لہذا صفر شروع ہوتے ہی جنگ وقتال کے لیے گھروں سے نکل جاتے اورگھروں کو خالی چھوڑ دیتے تھے۔صفر الید خالی ہاتھ،اور بیت صفر من المتاع خالی گھر کو کہتے ہیں۔

مؤرخ مسعودی کا کہنا ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے میں یمن میں بازار لگتے تھے جنہیں صفریۃ کہا جاتا تھا ان لوگوں کا یہ نظریہ تھا کہ اس کی مخالفت کرنے اوراس سے روگردانی کرنے والا بھوکا مرجاتا ہے۔

ماہ صفر میں نحوست کا تصور:

اسلام میں نحوست اور بدشگونی کا کوئی تصور نہیں ہے اصل میں یہ کام تو زمانہ جاہلیت بلکہ اس سے پہلے بنی اسرائیل کا ہے جیسا کہ سورہ یٰسین میں ہے کہ

''ایک بستی کی طرف اللہ تعالیٰ نے دو رسول بھیجے اور ان کی تائید کے لیے تیسرا رسول بھی بھیج دیا تو بستی والے کہنے لگے کہ تمہاری وجہ سے ہمارے اوپر نحوست چھا چکی ہے اور اگر تم (اپنی دعوت سے) باز نہ آئے تو ہم تمہیں رجم کر دیں گے اور تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کریں گے تو ان پیغمبروں نے جواب دیا کہ یہ نحوست تو تمہارے اعمال کی وجہ سے تم پر چھائی ہے۔ بلکہ تم تو حد سے بڑھے ہوئے لوگ ہو۔ یٰس (۱۴ تا ۱۹)

صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے کہ:

''تمہارے اور تمہارے ماننے والوں کی وجہ سے ہم پر نحوست چھا گئی ہے تو فرمایا یہ نحوست تو تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (تمہارے اعمال کی وجہ سے) ہے۔ بلکہ تم تو فتنہ باز لوگ ہو۔'' نمل: (۴۷)

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا حال تھا جب انہیں کوئی خیر و بھلائی نصیب ہوتی تو کہتے یہ تو ہمارا حق ہے اور جب کوئی پریشانی آتی تو کہتے کہ یہ موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ خبردار! یہ نحوست تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ان کی اعمال کی وجہ سے) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

الاعراف: (۱۳۱)

اسلام سے پہلے مشرکین مکہ بھی اسی طرح کے عقائد رکھتے تھے لہذا اسلام نے اس طرح کے تمام توہمات، خرافات اور بدشگونی کی مذمت فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ، وَلاَ هَامَةَ وَلاَ صَفَرَ))

''کوئی بیماری متعدی نہیں، بدشگونی درست نہیں، الو میں انسان کی روح کے داخل ہونے کا کوئی تصور نہیں اور صفر میں کوئی نحوست نہیں۔'' بخاری، الطب باب الجذام (۵۷۰۷)

لاعدویٰ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بیماری مشیت الٰہی کے بغیر بذات خود کسی دوسرے انسان کو نہیں لگ سکتی بیماری میں یہ قوت موجود نہیں جیسا کہ موجودہ دور میں بھی کچھ لوگ یہی نظریہ لیے بیٹھے ہیں جو بالکل غلط ہے ۔مشیت الٰہی سے جسے ابتداء میں بیماری لگی تھی کسی دوسرے کو بھی لگ سکتی ہے ۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:((فَمَنْ اَجْرَبَ الْاَوَّلَ)) ''پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی''

ولاطیرۃ کا مفہوم:زمانہ جاہلیت میں کوئی کام کرنے سے پہلے فال نکالتے تھے اس کے لیے پرندوں کو اڑانے اور تیروں کو نکالنے کا کام کیا جاتا تھا جس کی بنا پر وہ بدشگونی کا شکار ہوتے تھے ۔اسلام نے اس کے وجود کی بالکل نفی کر دی۔

ولا ھامۃ کا مفہوم یہ ہے کہ الو جس گھر میں آ کر بولتا کہتے یہ خالی ہو جائے گا یا قتل ہونے والے انسان کی روح الو میں داخل ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے خون پلاؤ۔اگر مقتول کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ چلا جاتا ہے ورنہ نہیں۔

ولاصفر کا مطلب یہ ہے صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہے اور نہ اس میں مصیبتیں اترتی ہیں اور نہ شادی کرنے پر پابندی ہے جیسا کہ عربوں کا تصور تھا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن مجید میں قوم عاد کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً صَرْصَراً فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾

''ہم نے ان پر منحوس ایام میں تیز آندھی بھیج دی۔'' حم السجدہ:(١٦)

لہذا کچھ دن منحوس ہو سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی دن بذات خود منحوس نہیں ہے کہ جیسا کہ جوتشیوں اور انسانی زندگی پر سیاروں کے اثرات تسلیم کرنے والوں کا نظریہ ہے ۔وہی دن جو قوم عاد کے لیے منحوس تھے۔صالح علیہ السلام اور مومنوں کے لیے مبارک تھے۔جس دن فرعون اور اس کے ساتھی بحیرہ قلزم میں غرق ہوئے فرعون اور آل فرعون کے لیے وہ دن منحوس تھا مگر موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لیے مبارک تھا۔اگر یہ دن بذاتہ منحوس ہوتے تو عذاب صرف قوم عاد کے مجرموں پر ہی نہ آتا بلکہ ساری دنیا پر آتا۔ تیسر القرآن(١٠٧/٤)

ماہ صفر کے متعلق توہم پرستی کا نظریہ:

ا۔ تیرہ تیزی کے دن، برصغیر کے بعض علاقوں میں صفر کے پہلے تیرہ دن بڑے سختی کے خیال کیے جاتے ہیں ان کو تیزی کے دن کہا جاتا ہے ان دنوں میں شادی کو نحوست کا سبب سمجھا جاتا ہے بلائیں، آفتیں اور فتنے کثرت سے اترتے ہیں لوگ سفر کرنے سے ڈرتے ہیں اسی وجہ سے ان دنوں میں لوگ صدقہ کے طور پر چنے اُبال کر یا چوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں۔ یہ سب غلط نظریات ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں۔

آخری بدھ کا تصور:

اس کے متعلق لوگوں کے عجیب وغریب نظریات ہیں اس دن لوگ جشن مناتے ہیں پارکوں میں جاتے ہیں گھروں میں شرینی اور چوری تقسیم کرتے ہیں اس خوشی کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ بیماری سے صحت یاب ہوئے غسل فرمایا اور سیر کے لیے باہر تشریف لے گئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صدقہ میں چوری تقسیم کی تھی۔ حالانکہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ اس بدھ کی کوئی اصل نہیں اس دن نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو یہودیوں نے خوشی منائی، اب یہ جاہل ہندوؤں کا کام ہے۔ تالیفات رشیدیہ

احمد رضا خان بریلوی کا اعتراف:

آخری چہارشنبہ (بدھ) کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض اقدس جس میں وفات ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔

احکام شریعت جلددوم (ص/ ۱۱۰، ۱۱۱)

بیماریوں کا نزول:

پورے سال میں تین لاکھ بیس ہزار بیماریاں اترتی ہیں اور یہ ساری کی ساری صفر میں اترتی ہیں یہ سال کا سخت ترین دن ہے۔ جو آدمی چار رکعات نفل پڑھے اور دعائیں کرے محفوظ ہو جاتا ہے، گناہ معاف کروانے کے لیے چار رکعت چاشت کے وقت ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۃ اخلاص

پڑھے اور سلام کے بعد ستر مرتبہ سورہ الم نشرح، ستر مرتبہ سورہ والتین، ستر مرتبہ سورہ نصر اور ستر مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔اسی طرح کی اور بھی بہت سی خرافات ہیں۔اس قوم کی حالت اتنی ابتر ہو چکی ہے کہ بدشگونی ان کی گھٹی میں رچی ہوئی ہے مثلا: سیاہ بلی راستہ کاٹ گئی تو نحوست..... پہلے گاہک کو ادھار دینا نحوست..... پہلے گاہک کو خالی موڑنا نحوست.....جس گھر میں بچہ پیدا ہو کسی غیر عورت کا آنا نحوست اسی طرح آفت سے بچنے کے لیے بچہ کے پاس تالا یا چھری یا لوہے کی چیز رکھنا، بچے کی پیدائش پر دروازے پر ایک خاص درخت کے پتے لٹکانہ، نئی گاڑی خرید کر اس کے سامنے یا پیچھے پرانا جوتا یا کالا کپڑا باندھنا، بہترین مکان بنا کر اس کی چھت پر کالی ہنڈیا رکھنا، حالانکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْ تُطُيِّرَ لَهُ)) الصحيحة:(٢١٩٥)

''بدشگونی کرنے والا یا جس کے لیے بدشگونی کی گئی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جس کو بدشگونی نے اس کے کام سے روک دیا اس نے شرک کیا'' مسند احمد:(٧٠٤٥)

معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ہمیں منع فرما دیا میں نے عرض کی کہ حضور! ہم بدشگونی اور بدفالی بھی کیا کرتے تھے فرمایا یہ چیز تمہیں کسی کام سے منع نہ کرے۔

کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائیں گے ان کی تعداد ستر ہزار ہے۔اوران کی چار صفات بیان کی گئی ہیں۔وہ لوگ داغ نہیں لگواتے.....کسی سے کہہ کر دم نہیں کرواتے.....بدشگونی اور بدفالی کے قائل نہیں.....صرف اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے گزارش کی کہ میرے لیے بھی دعا فرمادیں آپ نے فرمایا: انت منهم ''تو ان میں شامل ہے۔''

ایک اور صحابی نے کھڑے ہو کر یہی گزارش کی تو آپ نے فرمایا: ''عکاشہ سبقت لے جا چکے''

مسلم،الایمان ،باب دلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولاعذاب

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل فرمالے۔آمین!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ پیدائش

اور چند غلط فہمیوں کا ازالہ

(یہ مضمون مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے الاعتصام: ۴؍ستمبر ۱۹۶۴ء میں تحریر کیا تھا جسے اب حافظ شاہد محمود حفظہ اللہ کی معاونت سے دوبارہ مجلّہ المکرّم کی زینت بنایا جارہا ہے۔ادارہ)

اسلام کے مزاج کا تقاضا ہے کہ وہ اشخاص سے زیادہ ان کارناموں کی عزت کرتا ہے، جو کسی بڑے شخص سے صادر ہوں، اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ ہدی رحمہم اللہ میں سے کسی نے بھی کسی بڑے آدمی کا جنم دن یا موت کا دن منانے کی کوشش نہیں فرمائی، اس رسم کی اسلام میں اگر کچھ اہمیت ہوتی تو اکابرِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیدائش کے دن ضرور ہی منائے جاتے۔

عوام نے پیدائش کے دل کو میلاد سے تعبیر کیا اور موت کے دن کو عرس کا نام دیا، لیکن یہ رسم صدیوں بعد بنائی گئی، اور عموماً ایسی رسوم کا اہتمام وہی لوگ کرتے ہیں، جنہیں ان سے کچھ نہ کچھ مالی فائدہ ہوتا ہے، عوام بے چارے عقیدت کی وجہ سے خسارے ہی میں رہتے ہیں۔

ابتدائے اسلام سے اکابرِ اسلام کی پیدائش اور موت کے دن منانے کا اہتمام کیا جاتا تو شائد سال کا کوئی دن بھی کسی میلاد شریف یا عرس شریف سے خالی نہ ہوتا، امت میں بحمداللہ پاک لوگوں کی کمی نہیں تھی، اگر ان کے واقعات اور حوادث کو بطورِ ایام منایا جاتا، تو یقیناً بہت سے ضروری اور اچھے کاموں کے لیے وقت ہی نہ بچتا، سارا وقت مرنے والوں کے احترام اور اہتمام میں گزر جاتا، زندوں کی اصلاح اور تعمیر کے لیے شاید ہی تھوڑا بہت وقت نکلتا، رجال، سیرت اور وفیات کی کتابوں میں اپنے اکابر کے تذکرے پڑھیے، اور پھر ملاحظہ فرمائیے، کیا ان سب حضرات نے اعراس اور موالید کے اہتمام فرمائے؟ شائد گداگر اور ملاّ حضرات تو اس کاروبار کو کریں کہ انھیں اس سے کافی حد تک معاشی

سہولتیں میسر آ جاتی ہیں، لیکن عامۃ المسلمین کے لیے اس میں بے کاری اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ یہ رسم اہل اسلام میں غیر مسلم قوموں کی تقلید سے آئی، مغربی قومیں غالباً پیدائش کے دن مناتی ہیں، مگر مشائخ اور اکابر کے مرنے پر ان کے ہاں بھی عرس کا کوئی انتظام نہیں، عرس کی رسم شاید ہندوؤں میں بھی نہ ہو، یہ صرف دو کا ندار قسم کے متاخر صوفیوں نے ایجاد کی، جس کا نتیجہ قبر پرستی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

محفل میلاد:

یہ وہ چیز ہے، جسے ان حضرات نے کفر اور اسلام میں فرق کرنے والی شے تصور کیا ہے کہ جو اس رسم میں شریک نہ ہو، اسے ابلیس کا ساتھی سمجھتے ہیں، آج کل یہ رسم بھی غیر مسلم فرقوں کی نقالی میں منائی جا رہی ہے، قرونِ خیر اور ائمہ اسلام سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، کم علم ملّا اسے غیر مسلموں کی تقلید ہی میں مناتے ہیں، حافظ ابوشامہ (متوفی ۶۶۳ھ) نے «الباعث علی انکار البدع والحوادث» میں فرمایا:

((اول من فعل هذا بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملا احد الصالحين المشهورين و به اقتدى صاحب ار بل))

''یعنی سب سے پہلے میلاد منانے کا فعل ملا عمر بن محمد نے جو مشہور نیک آدمی تھا، شروع کیا۔''

واضح رہے یہ بدعت قریباً ۶۰۴ھ میں ایجاد ہوئی۔

ملا عمر بن محمد موصل کے رہنے والے تھے، اربل موصل کے قریب ہے، یہاں کے رئیس ابوسعید مظفر الدین ابوالحسن علی بن سبکتگین نے اسے بہت نمایاں کیا اور اس بدعت کو بہت فروغ دیا، مورخ ابن خلکان ملک مظفر الدین کوکبوری کے بہت ہی ممنون معلوم ہوتے ہیں کہ انہوں نے اسے کافی پھیلا کر ذکر کیا ہے اور اس کے محاسن میں لکھتے ہیں:

((لم يكن له لذة سوى السماع فانه كان لا يتعاطى المنكرا))

(ابن خلکان: ۲/۲۳۶)

''وہ سماع سے محظوظ ہوتا تھا اور برائیوں کو پسند نہیں کرتا تھا۔''

اس کے بعد ابن خلکان نے محفل میلاد کا مبسوط تذکرہ مزے لے لے کر کیا ہے، فرماتے ہیں:

''اوائل محرم میں بغداد، موصل، جزیرہ، سنجار، نصیلبین اور عجم کے شہروں سے فقیہ، صوفی، واعظ قاری اور شاعر آنے شروع ہو جاتے تھے اور ملک مظفر الدین ان کے لیے چار چار پانچ پانچ منزل لکڑی کے خیمے لگواتا تھا، سب سے بڑا خیمہ بادشاہ کا ہوتا باقی ارکانِ دولت کے خیمے ہوتے اور اوائل صفر میں انھیں سجایا جاتا اور مغنی اور ڈرامہ کرنے والے، مختلف قسم کے کھلاڑی یہاں فروکش ہوتے اور لوگ کاروبار ترک کر کے ان محفلوں میں مشغول ہو جاتے اور بادشاہ ہر خیمہ کے پاس سے عصر کے بعد گزرتے گانا سنتے اور ڈرامہ دیکھتے، تمام رات گانا سننے کے بعد صبح شکار کے لیے چلے جاتے اور میلاد ایک سال ۸ ربیع الاول کو مناتے اور ایک سال ۱۲ ربیع الاول کو، یہ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت میں اختلاف ہے، پھر اونٹ اور گائے اور بکریاں سجا کر نکالتے اور ان پر طبل اور گانے بجانے کا سامان لاد کر میدان میں لے آتے، پھر انھیں ذبح کر کے پکانا شروع کر دیتے، پھر میلاد کی رات سماع کی محفلیں گرم ہوتیں اور شمعیں جلائی جاتیں، میلاد کی صبح صوفی صاحبان کو قطاروں میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر خلعتوں کے بچے رکھ دیتے اور بادشاہ لکڑی کے خیمہ لگانے والوں اور صوفی صاحبان اور ان کے ساتھ فوجوں کا نظارہ دیکھتے۔'' (۲/ ۴۳۷)

اس بادشاہ کے عہد میں ابوالخطاب عمر و بن دحیہ بن خلیفہ نے ایک کتاب ««التنویر فی مولد السراج المنیر»» لکھی، جس میں موضوعات اور اکاذیب جمع کیے اور ایک ہزار روپیہ انعام پایا۔

اور یہ کوکبوری جب حلوہ یا کوئی میوہ کھاتے تو بقیہ ان صوفی فقراء اور شیوخ کو بھیج دیتے اور اکیلے کھانا پسند نہیں کرتے تھے، مظفر الدین کوکبوری کا انتقال (۶۳۰ھ) میں ہوا، یہ بدعت ساتویں صدی ہجری کے شروع میں یا چھٹی صدی کے آخر میں شروع ہوئی، حافظ ابن کثیر نے (۶۳۰ھ) کے واقعات میں مظفر الدین کوکبوری کے تذکرہ میں وہاں کے بعض مصارف کا ذکر کیا ہے، پانچ ہزار جانور بھنا ہوا، دس ہزار مرغی، ایک لاکھ پرند، تیس ہزار پلیٹ حلوہ شریف اور بڑے بڑے صوفی صاحبان اس محفل میں

شریک ہوتے ،ظہر سے صبح تک قوالی ہوتی ،صوفی صاحبان قوالی سنتے اور ناچتے۔
ابن کثیر فرماتے ہیں، مظفر الدین اس محفل پر ہر سال تیس ہزار دینار صَرف کرتے تھے۔

کوکبوری ''سنت'':

مروجہ محفلِ میلاد آنحضرت ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں، البتہ اس کو مظفر الدین کوکبوری اور ملا عمر بن محمد کی سنت سمجھنا چاہیے، نیز یہ امید رکھنی چاہیے کہ اس میں مزید کچھ اضافے ہوئے ہوں گے، کوکبوری نے تو اتنا کرم کیا کہ شہر سے باہر میدان میں یہ میلا رچایا، جس کا جی چاہا چلا گیا، جس نے ناپسند کیا، نہ گیا، اب بازاروں کا چکر کاٹنا، یہ اضافہ غالباً مرحوم عبدالمجید قرشی مقیم پٹی نے کیا۔ اور ہمارے ملا حضرات نے آنحضرت ﷺ کی مسجد کی شبیہ اور قوالیوں کے ساتھ فلمی گانوں کا اضافہ کر کے اس تماشہ کو دو آتشہ کر دیا ہے، حکومت نے ملا حضرات کے لیے کھانے کا تو انتظام نہیں کیا، البتہ اسے جاہل امیروں کے سپرد کر کے خود الگ ہوگئی، اور صورت یہ ہوگئی ہے کہ کوکبوری سنت پر عمل فرماتے ہوئے، اس میں ناچ اور رقص کا اور اضافہ ہو گیا، اور بڑے بڑے سفید ریش ملا صاحبان بیل گاڑیوں پر تشریف رکھے ہوئے ناچتے اور رقص کرتے ہیں۔

دور اندیش اہل علم:

اس پر جہاں گوشت اور حلوہ کے عاشق کوکبوری سنت پر عمل کرتے ہوئے اربل کی اس محفل میں شکم پروری کے لیے پہنچتے تھے، وہاں دور اندیش اور سنتِ نبوی پر عمل کے عاشتہ اس ہنگامۂ لحم وشیرینی کے خلاف تنقید کا بھی فرض انجام دے رہے تھے، مثلاً علامہ ابن الحاج اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اور علامہ شاطبی مؤلف ''الاعتصام'' وغیرہم رحمہم اللہ۔
امام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری (المتوفی ۷۳۷ھ) المعروف بابن الحاج نے اس بدعت کے متعلق تفصیلاً لکھا ہے اور ساتویں صدی کے اواخر تک محفل میلاد کے ضمن میں جس قدر بدعات رونما ہو چکی تھیں، ان کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے:

(فصل فی المولد) ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك

من اكبر العبادات و اظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بد ع و محرمات جملة فمن ذلك استعمالهم المغانى ومعهم آلات الطرب والطار المصرم وغير ذلك مما جعلوه آلة السماع۔ الخ)(المدخل لابن الحاج:۱/۲۶۱)

''لوگوں کی پیدا کردہ بدعات سے ایک بدعت محفل مولد بھی ہے، جسے یہ ربیع الاول میں رچاتے ہیں اور محفل قوالی کے علاوہ طنبور طار اور دوسرے گانے بجانے کے آلات استعمال کرتے ہیں، جو محرمات میں شامل ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''بعض لوگ اس گانے بجانے کی بجائے قراء اور فقراء کو کھانا کھلاتے ہیں، لیکن یہ کھانا مسکین کی خدمت کے ارادہ سے نہیں، بلکہ مولد کی نیت سے ہوتا ہے، لہٰذا یہ بھی بدعت ہے۔''

«««وقد تقدم انه اذا اطعم الاخوان ليس الا بنية المولدان ذلك بدعة.»»»

بعض لوگ بعض رسوم اور مسرت کے مواقع پر اپنے دوستوں کو تنبول کے طور پر روپیہ دے دیتے ہیں، اب واپس مانگتے شرماتے ہیں، تو وہ محفلِ میلاد کے بہانہ سے اپنا روپیہ وصول کرتے ہیں۔

(ص:۲۸۰)

اس کے علاوہ بھی بہت سے علماء نے اس عمل کو بدعت اور حرام لکھا ہے، اگر ضرورت ہوئی تو اس کی تفصیل کسی دوسرے موقعہ پر دی جائے گی۔

معلوم ہو چکا ہے کہ ساتویں صدی کے آغاز (۶۰۴ھ) میں یہ بدعت شروع ہوئی، صدی ختم ہونے تک اس میں بیسیوں قسم کے منکرات پیدا ہو گئے اور پھر برسوں تک یہ بدعت متروک رہی، اب انگریز کے آخری دور میں ہندوؤں کے بزرگوں کے جنم دن کی تقلید میں اسے پھر سے شروع کیا گیا، حکومت نے لاعلمی کی وجہ سے اسے دین کا مسئلہ سمجھ کر اس میں نیم سا تعاون کیا، اب ملا حضرات نے پھر اسی پیٹ کے دھندے کو اپنا کر پیٹ اور محفل کی رونق کا سامان مہیا کر دیا ہے، حالانکہ آج کل اس میں اور مفاسد پائے جا رہے ہیں، مثلاً عورتوں کی بے آبروئی اور فواحش کی گرم بازاری، اس طرح یہ

محفل بدکاری کا پیشِ خیمہ بن رہی ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ عقیدت کے نام پر فسق و فجور کو رواج دیا جارہا ہے۔

کم علم ملاحضرات اپنے انتقامی جذبات کی تسکین بھی اسی بہانہ سے کر لیتے ہیں، بیل گاڑیوں پر بیٹھ کر اہل توحید کی مساجد اور مجالس کے سامنے ہنگامہ آرائی کر کے بداخلاقی کا ثبوت دیتے ہیں اور یہ سب کچھ حکومت کے تعاون کی آڑ میں ہو رہا ہے۔

میرے نزدیک یہ فعل بدعت ہے، اس میں کتنی بھی تقدیس پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، میں اسے گناہ سمجھتا ہوں، لیکن ہم ایسے اسلامی ملک میں رہ رہے ہیں، جس کے حکام اور اربابِ اقتدار اسلام کی تعلیمات سے بے خبر ہیں، یہاں ان بدعات کو اسلام پسندی کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے، پھر اس میں فواحش کا ارتکاب ہوتا ہے اور ہم ان کو بجبر روکنے پر قادر نہیں۔

اندریں حالات اصل مطالبہ تو ہمارا یہی ہے کہ مسلمانوں کی حکومت پاکستان کو اسلام کے خلاف سب چیزیں بند کر دینی چاہئیں، لیکن عوام اگر اپنے کم علم مولویوں کے بہکاوے میں آ کر ان غیر اسلامی اشغال و اعمال کو ''اسلامی'' قرار دینے پر ہی مصر ہیں، تو حکومت میں پڑھے لکھے لوگ بھی آخر موجود ہیں، انھیں اصل حقیقت کو سمجھ کر اس پر عمل کرانے کے لیے انتظامیہ کی مشینری کو حرکت میں لانا چاہیے، لیکن ظاہر ہے کہ اربابِ اقتدار کو مذکورہ بالا ظاہر و باطن بات کا موجود حالات میں باور کرانا سخت مشکل ہے، اس لئے پچھلے دنوں میں نے ایک پریس کانفرنس بلا کر نفس مسئلہ سے قطع نظر صرف معاشرتی نقطہ نظر سے اربابِ اقتدار کو جھنجھوڑنے کی غرض سے چند تجاویز پیش کیں، جن سے مقصد یہ تھا کہ اس گناہ عظیم کو کسی وجہ سے حکومت اگر فوری طور پر روک نہیں سکتی تو اس کو کم از کم اپنے اور ہر شریف آدمی کے نقطۂ نگاہ سے ہی دیکھنا چاہیے کہ اس میں بدعات کے ساتھ شرک اور فواحش کی دن بدن کثرت ہوتی جا رہی ہے اور بہت سی قومی دولت بھی ضائع کی جارہی ہے، سردست اس پر ہی قدغن لگائی جائے۔

نیز ان بدعاتِ شنیعہ سے بدکاری اور عریانی کے ان نئے رجحانات کو بھی خارج کیا جائے تاکہ برائی کے دلدادہ اور بدقماش کو کھل کھیلنے کا موقعہ نہ مل سکے۔

علاوہ ازیں ان بدعات کی تبلیغ و اشاعت ایسے انداز سے جاہل ملاؤں کا ایک طبقہ کرتا ہے، جس

سے مسلمانوں میں تفرقہ بڑھتا ہے اور فرقہ وارانہ تعصب کی آبیاری ہوتی ہے اور ظلمات بعضها فوق بعض کے مصداق برائی کی تہوں میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں میری رائے بالکل واضح ہے کہ عوام کے سامنے میلاد کی محفلوں کے بدعت ہونے کی وضاحت تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے ضرور کی جائے اور بحمد اللہ ہماری جماعت نے بالخصوص ہمیشہ کی ہے، لیکن جو لوگ اس بدعت کو چھوڑنے کے لیے کسی طرح تیار نہ ہوں تو ان کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے کہ خدا کے لیے فواحش، عریانی، قومی دولت کے ضیاع اور تفرقہ پردازی سے تو یہ ''عاشقان رسول'' ان محفلوں کو بچائے رکھیں۔ ع ۔ اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

جنت کی گرنٹی والے والے

محمد عمران حاصل پوری (درجہ رابعہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے ضمانت دی ہے کہ جو شخص اس کے راستے میں نکلے: اسے میرے راستے میں جہاد، ایمان اور میرے رسول کی تصدیق نے ہی نکالا ہو تو میں یہ ضمانت دیتا ہوں کہ میں اسے جنت میں داخل کروں گا یا اسے اپنے گھر کی طرف اجر یا مال غنیمت دیتے ہوئے واپس بھیج دوں گا جہاں سے وہ (جہاد کے لیے) نکلا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا جان ہے! اللہ کے راستے میں (مجاہد) کو جو بھی زخم لگتا ہے تو وہ روز قیامت اس زخم والے دن کے زخم کی حالت میں (اس طرح) آئے گا کہ اس رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کستوری کی طرح ہوگی۔ اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر یہ نہ ہوتا کہ میری وجہ سے مسلمان مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے تو میں کبھی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کسی جہادی لشکر سے پیچھے نہ رہتا، لیکن (میں لوگوں کے لیے) وسعت نہیں پاتا اور ان کے لیے یہ تکلیف دہ ہوگا کہ میرے بغیر پیچھے رہ جائیں۔ اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں ور قتل ہو جاؤں، پھر جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں، پھر جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں۔''

صحیح بخاری (٢٦) و صحیح مسلم (١٨٧٦) (٤٨٥٩)

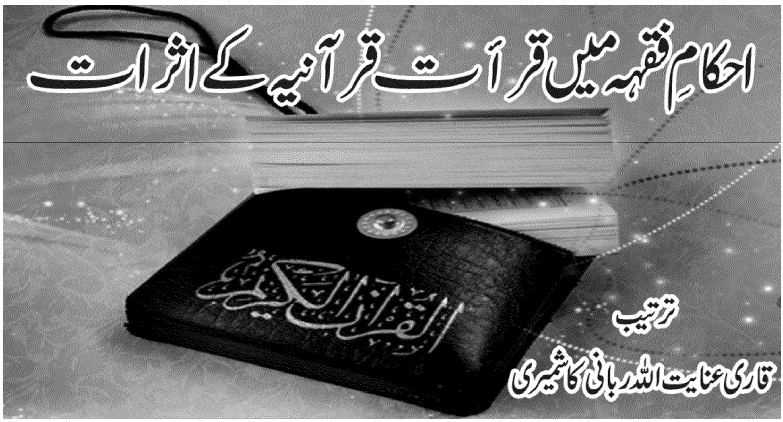

حضرات قارئین کرام قبل ازیں آپ مجلّہ المکرّم کے آٹھویں اور گیارہویں شمارے میں تفسیر قرآن پر قرأت کے اثرات اور رسمِ قرآنی کا اعجاز اور اس کے معنوی اثرات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب آپ قرأت قرآنیہ کے احکامِ فقہ پر اثرات پڑھیں گے۔ مقصود ہمارا صرف یہی ہے کہ طلبا، حفاظ وقُرّا اور عام اساتذہ کرام اور بعض ایسے علماء کرام جو اس فن سے ناواقف ہیں ان کو توجہ دلائی جائے کہ وہ خود بھی اس اہم ترین فنّ قرآنی سے آگاہی حاصل کر سکیں اور آگے دوسروں کو بھی اس سے روشناس کروا سکیں۔ آتے ہیں عنوان بالا کی طرف!

اس بات میں کسی کی دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ قرأت قرآنیہ جس طرح احکام و مسائل پر اثرات مرتب کرتی ہیں اسی طرح فقہی احکام میں بھی قرأت کے اثرات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ فقہائے کرام قرأت قرآنیہ کو کس نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ کس طرح فقہی احکام پر اثر انداز ہوتی ہیں اس کو ہم دو عناوین میں پیش کرتے ہیں۔

① قرأت قرآنیہ کے بارے میں فقہاء کا موقف:

② احکامِ فقہیہ میں قرأت قرآن کے اثرات کی مثالیں:

① آئمہ فقہاء قرأت قرآنیہ کے علماء ہونے کی وجہ سے ان کو بڑے بھرپور اہتمام کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور انہی کی روشنی میں احکامِ شرعیہ کو مستنبط فرماتے ہیں۔ قرأتِ متواترہ اور شاذہ کے بارے میں فقہاء کا موقف پیش خدمت ہے۔

قرأتِ متواترہ کے بارے میں فقہا کی آراء:

علمِ فقہہ اور علم قرأت کی مدد سے احکامِ شرعیہ کی وضاحت کرنے والوں میں ایک جلیل القدر تابعی امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (((لو أشاء أن أقول إن القرآن نزل بلغة الحسن البصری لقلت لفصاحته))) احسن الاثر للحصری ص ۹۹ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت اور بلاغت کی وجہ سے اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن ان کی لغت پر نازل ہوا تو میں کہہ سکتا ہوں۔ قرأت قرآنیہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ آئمہ فقہاء مقام ومرتبہ کے اعلیٰ معیار پر ہونے کے باوجود علمائے قرأت کی تعظیم کرتے۔ اور پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرأتِ سبعہ میں سے ایک بہت بڑے قاری امام حمزہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ! دو چیزوں کا علم آپ میں بدرجہ اتم موجود ہے ایک قرآن کا علم دوسرا علم وراثت۔ احسن الاثر للحصری ص ۵۳ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ قرأت عشرہ میں سے آٹھویں قاری امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ صالح آدمی تھے اور مدینہ میں لوگوں کو قرآن (قرأت) پڑھاتے تھے۔ غائیة النهایه للابن جزری ۳۴۲/۲

اسی طرح امام نافع کے بارے میں فرمایا اہل مدینہ کی قرأت سنت ہے۔ احسن الاثر ص ۱۲

دیگر کئی مقامات پر بھی مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آئمہ قرّاء اور قرأت کی تحسین وتائید فرمائی۔ یہی اور فقہائے کرام دو مختلف المعنی متواتر قراءات پر عمل کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک ان دونوں میں سے ایک کو دوسری پر اوّلیت حاصل نہیں ہے۔ احکام القرآن لابن العربی (۱۴۹/۱) میں ہے ''والقراء تان كالآيتين يجب العمل بهما))) دونوں قرأت دو آیات کی طرح ہیں ان دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ قرأت قرآنیہ کے متعلق فرماتے ہیں قرأت کی معرفت اور ان کو حفظ کرنا ایسی سنت ہے جس کی اتباع کی گئی ہے اور بعد میں آنے والوں نے اسے پہلوؤں سے اخذ کیا ہے۔

مجموع الفتاویٰ (۴۰۴/۱۳)

علاوہ اذیں شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ قرائے عشرہ سے متعلق علمائے کرام کا موقف بیان کرتے ہوئے رقمطراز

ہیں۔علمائے کرام میں سے کسی ایک نے بھی قرأت عشرہ کا انکار نہیں کیا لیکن سوائے اس کے جو علم قرأت سے ناواقف ہے یا جس تک قرأت قرآنیہ نہیں پہنچ سکیں۔

قرأت شاذہ کے متعلق فقہائے کرام کی آراء:

قرأت شاذہ کو بطور دلیل اختیار کرنے میں فقہا کے دو مذاہب ہیں نمبر ا۔قرأت شاذ ۃ حجت ہیں اور ان پر عمل کرنا جائز ہے۔

نمبر ۲۔قرأت شاذہ حجت نہیں اور ان پر عمل کرنا بھی جائز نہیں۔

نوٹ: یہاں ہمارا مقصود قرأت شاذہ کو بیان کرنا نہیں اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے۔قارئین کرام اب آپ کی خدمت قرآن مجید میں قرآن مجید سے صرف دو ۲ مثالیں عرض کی جائیں گی۔

احکام فقہیہ میں قرأتِ قرآنیہ کے اثرات کی مثالیں:

فرمانِ الٰہی ہے

﴿وَ لَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِیْدٌ﴾[البقرہ : ۲۸۲]

قرّائے عشرہ نے اس آیت کے لفظ "یُضَآر" میں مختلف قرأتیں بیان کی ہیں۔ابن کثیر، یعقوب، ابو عمرو بصری رحمہم اللہ را کے ضمہ کے ساتھ "یُضَآرُ" جبکہ باقی تمام قرّاء را کے فتحہ کے ساتھ "یُضَآر" پڑھتے ہیں۔رفع والی قرأت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں "لا" نافیہ ہے اور اس کے بعد مضارع مرفوع ہے اور فتحہ والی قرأت سے معلوم ہوتا ہے کہ فعل مضارع لائے نہی کے بعد مجزوم ہے اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے فتحہ دیا گیا ہے۔فتحہ والی قرأت فائدہ دیتی ہے کہ یہاں لائے نافیہ ہے اور لانفی لکھنے والے اور گواہ دونوں کو صاحب حق کی جانب سے ضرر کی نفی کرتی ہے اور رفع والی قرأت لکھنے والے اور گواہ کو صاحب حق کو ضرر پہنچانے سے روکتی ہے۔

شافعیہ کہتے ہیں گواہ صاحب حق کو اس طرح ضرر پہنچا سکتا ہے کہ وہ بیٹھا رہے اور گواہی دینے کے لیے نہ جائے لہٰذا ایسے صاحبِ حق کو نقصان سے بچانے کے لیے گواہی دینا فرض ہے ایسے ہی کاتب پر لکھنا فرض ہے جب کوئی دوسرا کاتب موجود نہ ہو۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے کتمانِ شہادت سے منع فرمایا ہے۔

﴿وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾ [البقرة : ۲۸۲]

''اور شہادت (گواہی) کو ہرگز نہ چھپاؤ اور جو اس شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے۔''

کتاب المغنی لابن قدامہ (۹/ ۱۴۷) میں ہے اللہ کا فرمان:

﴿وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ﴾ میں ((يُضَآرُّ)) رفع اور فتحہ کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے جنھوں نے اسے رفع کے ساتھ پڑھا انھوں نے اسے خبر شمار کیا ہے اور یہاں خبر دو معنوں پر مشتمل ہے۔

(۱) کہ کاتب فاعل ہو یعنی کاتب اور شہید ضرر نہ پہنچائیں وہ اس طرح کہ جب اسے بلایا جائے تو حاضر نہ ہو یا کاتب ایسی چیز لکھ دے جو لکھوائی نہ گئی ہو یا گواہ ایسی گواہی دے دے جس کا اس سے تقاضا نہ کیا گیا ہو۔

(۲) کہ ''يُضَآرَّ'' فعل مالم یسم علیہ فاعلہ ہو ایسی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ کاتب اور گواہ کو تکلیف میں مبتلا نہ کیا جائے کہ ہر وقت ان کو اسی کام میں مشغول رکھا جائے جس سے ان کی زندگی کے معاملات معطل ہو کر رہ جائیں۔

نوٹ: مذکورہ آیت میں فتحہ والی قرأت صاحب حق کی جانب سے کاتب اور شہید کو تکلیف پہچانے سے باز رکھتی ہے لہٰذا دونوں قرأتوں میں کسی قسم کا کوئی تعارض باقی نہ رہا۔

دوسری قرآنی مثال:

﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [البقرة : ۱۹۱]

اس آیت قرآنیہ میں دو متواتر قرأت قرآنیہ بیان کی گئی ہیں۔

نمبر ۱۔ ان الفاظ میں ثبوتِ الف کے ساتھ ((قٰتِلُوْهُمْ، يُقَاتِلُوْكُمْ، قَاتَلُوْكُمْ)) (کیونکہ کھڑا زبر بھی تو الف کا نائب ہوتا ہے) یہ قرأت جمہور قرّاء کی ہے۔

نمبر ۲۔ دوسری قرأت میں مذکورہ تینوں افعال میں حذفِ الف کے ساتھ ہے یہ قرأت امام حمزہ رحمۃ اللہ علیہ،

امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام خلف البزار رحمۃ اللہ علیہ کی ہے قاتل ثبوت الف کے ساتھ فاعل کے وزن پر باب مفاعلہ سے ہے جبکہ قتل یہ ماضی، فعل نصر کے وزن پر ہے۔ پہلی قرأت لڑائی کا سبب بننے سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو لڑائی کی ابتداء کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن اگر دشمن لڑائی اور جنگ و جدل کی ابتداء کرے تو ایسی صورت میں ان کے ساتھ لڑنا واجب ہوگا اگر مسجد حرام کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔

دوسری قرأت جو کہ حذفِ الف کے ساتھ ہے وہ مشرکین کے حرم میں پناہ لینے پر انہیں قتل سے منع کرنے پر دلالت کرتی ہے الّا یہ کہ مشرکین بعض مسلمانوں کو حرم میں قتل کر دیں۔

فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام میں قتال کرنے سے منع فرمایا ہے اور کسی بھی مسلم کے لیے روا نہیں ہے کہ وہ کسی کافر سے مسجد حرام میں لڑائی کرے الا یہ کہ کافر لڑائی کی ابتداء کرے ایسی حالت میں مسلمان اپنا دفاع کرنے والا ہوگا۔

پہلی قرأت تو بالکل واضح ہے البتہ جو اختلاف پیدا ہوتا ہے وہ بیت اللہ میں حدود و قصاص نافذ کرنے کا مسئلہ میں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عمومی طور پر ہر زمان و مکان میں حدود و قصاص نافذ کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ بیت اللہ میں حدود کو نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتارا تو ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا ابنِ خطل کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ صحیح البخاری (۱۸۴۵)

فقہائے کرام مذکورہ فرمان سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ کے پردوں سے لپٹے ہوئے شخص کے قتل کا حکم دینا اس پر واضح دلالت ہے کہ جو بھی مشرک قتل کا مستحق ہوگا اسے قتل کیا جائے گا چاہے وہ کسی بھی جگہ پر موجود ہو۔ علاوہ ازیں حدود حرم اقامتِ حد کو نہیں روکتی اور نہ ہی حد

کو وقتِ مقررہ سے مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت سے مختلف دلائل دیتے ہوئے بیت اللہ الحرام میں قتال اور نفاذ حدود کو ناجائز قرار دیا ہے ان کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن سے دلیل:

﴿وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ [آل عمران : ۹۷]

اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ اس میں بیت اللہ میں داخل ہونے والے کو جان و مال کا تحفظ عطا کیا گیا ہے۔

سنت سے دلیل:

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صحیح البخاری (۱۰۴) میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ یہاں خون بہائے۔ احناف حنابلہ کا کہنا ہے کہ مالکیہ اور شافعیہ کی ذکر کردہ دلیل زمان ومکان کے عموم پر دلالت نہیں کرتی (یعنی عموی دلیل نہیں ہے) بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے ساتھ مقید ہو جاتی ہے جس میں آپ نے بیت اللہ میں خون بہانے سے منع فرمایا ہے مزید برآں فتح مکہ کا دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال تھا حلت کا وقت صبح سے عصر تک جاری رہا اور ابنِ خطل کو اسی دوران واصلِ جہنم کیا گیا۔

راجح مؤقف:

اس مسئلہ میں راجح مؤقف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہی نظر آتا ہے کہ بیت اللہ میں اقامتِ حدود اور خون بہانا جائز نہیں الا یہ کہ اس کے لیے مجبور کیا جائے۔ اللہ پاک ہمیں قرأت قرآنیہ کی اہمیت کے پیش نظر ان کو پڑھنے پڑھانے اور ان کے مطابق درست اور خوبصورت اندازِ میں قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

اہل بیت اوران کے فضائل

تحریر.....مجیب الرحمٰن سیاف (مدرس جامعہ ھذا)

اہل بیت کون؟

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اہل بیت میں محمد ﷺ، علی، فاطمہ حسن وحسین رضی اللہ عنہم ہیں یعنی عرف عام میں جنہیں کچھ لوگ پنج تن پاک کا نام دیتے ہیں۔اورانہی کی محبت کے دعویدار ہیں جب کہ حقیقت میں ان پانچ سے بھی ان کی عقیدت ومحبت نہیں ہے۔اورامھات المومنین رضی اللہ عنہن کو اہل بیت سے خارج کردیاجاتاہے یہ کہاں کاانصاف ہے کہ بیٹی اہل بیت میں شامل ہواورماں نہ ہو۔ایک بہن شامل ہودوسری نہ ہو۔دونواسے توشامل ہوں اور باقی نواسے اورنواسیاں نہ ہوں یہ بات عقل اورنقل دونوں کے خلاف ہے۔ذیل میں اس کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں کہ اہل بیت میں سب سے پہلے بیویاں ہیں پھراولاداورپھرآگے ان کی اولاد۔

علامہ زبیدی رحمہ اللہ کی رائے

مشہور ماہرلغت علامہ زبیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((اَلْاَھْلُ لِلرَّجُلِ زَوْجَتُہ ویدخلُ فِیہِ الأولادُ، وَبِہ فُسِّر قولُہ تعالَی وَسَارَ (بِأَھْلِہِ أَی زوجتِہ وأولادِہ)) تاج العروس للزبیدی(٤١/٢٨)

''آدمی کے اہل سے مراداس کی زوجہ ہےاوراس میں اولاد بھی شامل ہے۔اوریہی تفسیراللہ کےاس فرمان کی گئی ہے۔اوروہ اپنے اہل یعنی اپنی زوجہ اوراولاد کولے کرچلے۔''

یہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب آپ شعیب (یہ نبی نہیں تھے) کے پاس اپنی مدت ملازمت پوری کرکے اپنی بیوی کوساتھ لے کرواپس اپنے وطن جارہے تھے۔یہاں اہل بیوی اوراولاد کے لیے بولا گیاہے۔

شیعہ مفسر طبرسی نے مجمع البیان میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ ''باھلہ '' سے مراد بیوی ہے۔

ابن منظور کی رائے

ابن منظور نے لسان العرب میں (اہل) کی بحث کے ضمن میں لکھا ہے

((اھل البیت سکانہ واھل الرجل اخص الناس بہ واھل بیت النبی ازواجہ و بناتہ وصھرہ))

''اہل بیت سے مراداس کے رہائشی ہوتے ہیں اوراہل الرجل سے مراد جولوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کے ساتھ خاص ہوں اوراہل بیت النبی سے مرادآپ علیہ السلام کی ازواج، بیٹیاں اورداماد ہیں''

قرآن سے دلیل

جب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کو بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب کی خوشخبری فرشتوں نے سنائی تواس نے تعجب کا اظہار کیا تو فرشتوں نے کہا

قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
هود (۷۳)

''انہوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اوراس کی برکتیں ہوں تم پرائے اہل بیت! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا اور بڑی شان والا ہے۔''

اس آیت میں اہل بیت سے مراد بیوی ہے۔قرآن میں چار مقامات پر اہل بیت کے لفظ آئے ہیں سب جگہوں پر اس سے مراد بیویاں ہی ہیں۔

احادیث سے دلائل

احادیث میں بھی یہ الفاظ ازواج کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو اسی سلسلہ میں صحابہ سے مشورہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے

((يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا))

''اے مسلمانوں کی جماعت! کون ہے؟ جو میری حمایت کرے اس آدمی کے مقابلے میں جس نے میرے گھر والوں پر تہمت لگا کر مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اللہ کی قسم میں تو اپنے گھر والوں کو پاکدامن ہی سمجھتا ہوں''

بخاری، تَفْسِيرِ الْقُرْآن، بَابُ (لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا) (النور: ١٢) إِلَى قَوْلِهِ: (الْكَاذِبُونَ)(٤٨٥٠)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوا تو میں بھی اس ولیمہ میں شریک تھا جب دعوت ولیمہ سے فارغ ہوئے تو نبی علیہ السلام اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک کے پاس جاتے اور فرماتے

((سَلَامٌ عَلَيْكُمْ، كَيْفَ أَنْتُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ؟ فَيَقُولُون بِخَيْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ؟ فَيَقُولُ بِخَيْرٍ))

''تم پر سلامتی ہو اے اہل بیت تم کیسے ہو؟ تو وہ جواب میں کہتے اے اللہ کے رسول خیریت سے ہیں آپ نے اپنے اہل (زینب رضی اللہ عنہا) کو کیسا پایا تو آپ جواب میں کہتے بہتر پایا ہے۔''

مسلم، النِّكَاحِ ،بَابُ فَضِيلَةِ إِعْتَاقِهِ أَمَتَهُ، ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا(١٣٦٥)

اہل بیت النبی سے اصلی اور حقیقی طور پر آپ کی بیویاں مراد ہیں لیکن وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے آپ کی اولاد، نواسے، نواسیاں، چچے اور اوران کے بیٹے بھی شامل ہیں۔ اس سے ملتا جلتا لفظ ایک آل ہے جس کا مفہوم اہل سے زیادہ وسیع ہے اس میں بیٹے، بیٹیوں کے ساتھ پیروکار بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

بیویوں کو اہل بیت میں قرآن نے شامل کیا ہے اور حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم نبی کے فرمان کے باعث اہل بیت میں شامل ہیں۔

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ

الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ ءَايَاتِ اللهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکواۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے گھر والو! تم سے گندگی دور کر دے اور تمہیں پاک کر دے خوب پاک کرنا۔''

الاحزاب(۳۳، ۳٤)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) میرے گھر میں نازل ہوئی کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا آپ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي))

اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور یہ بھی ترجمہ کیا جاتا ہے کہ اے اللہ ان کو میرے اہل بیت میں شام فرما دے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

((مَا أَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ؟))

میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟

((قَالَ إِنَّكِ أَهْلِي خَيْرٌ وَهَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي))

تو آپ نے فرمایا بلاشبہ تو بہترین اہل ہے اور یہ لوگ بھی اہل بیت ہیں۔

المستدرك للحاكم(۲/٤٥١)(۳۵۵۸)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ وَأَنْتِ عَلَى خَيْرٍ))

تو اپنی جگہ پر رہ اور تو خیر پر ہے (یعنی جو خیر ان کو اہل بیت میں شامل ہونے کے بعد ملی ہے وہ خیر تیرے پاس پہلے ہی ہے)

ترمذی، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، بَابٌ وَمِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ(٣٢٠٥)صحيح

ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور آپ پر سیاہ رنگ کی اونی چادر تھی حسن رضی اللہ عنہ آئے آپ نے اس کو اس میں داخل کرلیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اس میں داخل کرلیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں ان کو بھی اس میں داخل کرلیا پھر علی رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اس میں داخل کرلیا پھر اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

الاحزاب:(٣٣)

مسلم، الْفَضَائِلِ، بَابُ فَضَائِلِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم(٦١)(٢٤٢٤)

جہاں حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل بیت میں شامل ہیں وہاں دوسرے نواسے اور نواسیاں بھی شامل ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ کے پاس موتیوں کا ایک ہار تحفے میں آیا آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَأَدْفَعَنَّهَا إِلَى أَحَبِّ أَهْلِي إِلَيَّ))

میں یہ ہار اپنے اہل بیت میں سے اسے دوں گا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کہنے لگیں کہ یہ تو ابوقحافہ کی بیٹی (عائشہ) رضی اللہ عنہا کو ملے گا

((فَعَلَّقَهَا فِي عُنُقِ أُمَامَةَ بِنْتِ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

''آپ ﷺ نے وہ ہار امامہ بنت زینب بن رسول اللہ ﷺ کے گلے میں ڈال دیا''

مسند احمد(٢٦٢٤٩)

جن کے اوپر صدقہ حرام ہے وہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں

حضرت حصین بن سبرۃ نے صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا :

((وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ؟ يَا زَيْدُ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قَالَ وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هَؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ

نَعَمْ))

''آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ اے زید رضی اللہ عنہ! کیا آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں نہیں ہیں کہنے لگے آپ کی ازواج بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن اہل بیت میں وہ بھی ہیں جن پر صدقہ استعمال کرنا حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ کہنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاندان ،حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا خاندان ،حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا خاندان اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خاندان سائل نے پھر پوچھا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ کہنے لگے جی ہاں!''

مسلم ، فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ ،بَابُ مِنْ فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْه(٣٦)(٢٤٠٨)

خالد بن سعید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک گائے صدقہ کی بھیجی تو آپ نے وہ واپس کر دی اور فرمایا

((إِنَّا آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ))

''ہم آل محمد ﷺ ہیں ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔''

مصنف ابن ابی شیبة(١٠٧٠٨)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خرچ کا بندوبست مال خمس (پانچواں حصہ) سے کیا جاتا تھا اور مال غنیمت میں سے خمس اللہ اور اس کے رسول کا حصہ ہے جیسا کہ قرآن میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾(الانفال: ٤١)

''اور تم جان لو! جو تمہیں غنیمت ملے تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور رسول کا قریبی رشتہ داروں، یتیموں مساکین اور مسافروں کا ہے''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی ایک کھجور پکڑ لی اور اسے اپنے منہ میں ڈال لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فارسی زبان میں فرمایا

((كِخْ كِخْ، أَمَا تَعْرِفُ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ))

''نکال دو نکال دو کیا تمہیں پتہ نہیں، ہم صدقہ نہیں کھاتے''

بخاری، الجِهَادِ وَالسِّيَرِ ،بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ(۳۰۷۲)

ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب (عباس آپ علیہ السلام کے چچا اور ربیعہ چچا کے بیٹے ہیں) دونوں نے مشورہ کیا کہ عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تا کہ وہ نبی علیہ السلام سے درخواست کریں کہ ہمیں صدقہ پر امیر مقرر کریں تا کہ ملنے والی اجرت سے اپنے نکاح کا بندوبست کر سکیں چنانچہ عبدالمطلب اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ دونوں نبی علیہ السلام کے پاس اس وقت حاضر ہوئے جب آپ کی ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تھے تو یہ دونوں پہلے ہی آپ کے حجرے کے پاس پہنچ گئے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمارے کانوں سے پکڑ کر فرمایا کہو جو کہنا چاہتے ہو ہم بھی نبی علیہ السلام کے ساتھ حجرے میں داخل ہو گئے اس دن آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تھے ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم بات کرو پھر ایک نے بات شروع کی اور کہا اے اللہ کے رسول آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر نیکی کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں ہم نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں ہم آپ کے پاس آئے ہیں تا کہ آپ ہمیں صدقہ وصول کرنے پر عامل مقرر کر دیں اور ہمیں وظیفہ ملے جو لوگوں کو ملتا ہے آپ علیہ السلام نے کافی دیر خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ ہم نے ارادہ کیا کہ آپ سے دوبارہ بات کریں مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے سے ہمیں بات کرنے سے اشارے کے ساتھ منع کر رہی تھیں پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ))

''بے شک صدقہ آل محمد کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔''

پھر آپ نے مَحْمِيَة (جو کہ خمس کے مال پر نگران مقرر تھے) اور نوفل بن حارث کو بلانے کا حکم دیا تو وہ دونوں حاضر خدمت ہوئے آپ علیہ السلام نے محمیہ کو فضل بن عباس سے اور نوفل کو عبدالمطلب بن ربیعہ سے اپنی اپنی بیٹیوں کا نکاح کرنے کا حکم دیا اور محمیہ سے فرمایا کہ ان کا حق مہر مال خمس سے اتنا اتنا ادا کر دو۔

مسلم،الزكاة، بَابُ تَرْكِ اسْتِعْمَالِ آلِ النَّبِيِّ عَلَى الصَّدَقَةِ ۱۶۷.(۱۰۷۲)

اہل بیت کے عمومی فضائل

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک خم نامی جگہ ہے جہاں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کی اس کے بعد فرمایا:

سنو میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے رب کی طرف سے پیغام آ جائے اور میں اس کو قبول کرلوں (موت کا پیغام) میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں

((أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيهِ))

''ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ کتاب اللہ کے بارے میں لوگوں کو ابھارا اور اس کی طرف رغبت دلائی''

پھر فرمایا:

((وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي))

''میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں''

مسلم، فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ(٣٦)(٢٤٠٨)

اہل بیعت سے بغض رکھنے کا انجام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لاَ يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ))

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے جو بغض رکھتا ہے اللہ اس کو آگ میں داخل فرمائے گا۔''

السلسلة الأحاديث الصحيحة(٢٤٨٨)وابن حبان(٢٩٧٨)

اہل بیعت کا احترام

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سواری کی لگام تھامنا چاہی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا اے نبی کے چچازاد بھائی ایسا نہ کرو تو وہ جواب میں کہنے لگے ہمیں اپنے علماء کا احترام اسی طرح کرنے کا حکم ملا ہے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے ہاتھ نکالیں تو انہوں نے اپنے ہاتھ نکالے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہمیں اہل بیت نبی کے ساتھ اسی طرح ادب واحترام کرنے کا حکم ملا ہے۔

البداية والنهاية(٣٣١/٨)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے عمومی فضائل

لغت عرب میں لفظ زوج ایک جیسی اور متساوی اشیاء پر بولا جاتا ہے۔جیسے زوجا خف جراب کے دونوں پاؤں۔

ایک جیسے ہونیکی دلیل

﴿احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ الصافات:(٢٢)

قرآن مجید میں جہاں کسی عورت کو کسی مرد کا زوج بتایا گیا ہے وہاں ان میں ظاہری اور باطنی اتحاد ہے یعنی ان کے ایمان اور صالحیت میں بھی مشابہت ہے جیسے رسول اللہ کی بیویوں کے بارے میں ہے وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ تو گویا آپ کی بیویاں نیک بھی ہیں اور مومنہ بھی۔جہاں ایسی بات نہیں تو وہاں لفظ امراۃ استعمال ہوا ہے۔امراۃ نوح،امراۃ لوط،امراۃ فرعون ان میں ایک اگر مومن ہے تو دوسرا نہیں ان میں یکسانیت نہیں لہذا ان کے لیے لفظ امراۃ بولا گیا ہے مزید تفصیل کے لیے دیکھیں رحمۃ للعالمین جلد دوم ازواج النبی کے فضائل:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے گھر والو! تم سے گندگی دور کردے اور تمہیں پاک کردے خوب پاک کرنا '' الاحزاب (۳۳)

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ﴾

''اے نبی کی بیویو! تم کسی عام عورت کی طرح نہیں ہو۔'' الاحزاب(۳۲)

یہ عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں ایک تو ان کے لیے اجر دو ہیں

﴿وَمَنْ يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا﴾

''اور تم میں سے جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے اور نیک عمل کرے اسے ہم دوبار اجر عطا کریں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔''

الاحزاب (۳۱)

دوسرا یہ کہ عام عورتوں کے خاوندوں کے فوت ہونے کے بعد ان سے دوسرے نکاح کر سکتے ہیں لیکن ان سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

﴿مَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ الاحزاب (۵۳)

''اور تمہارے لیے یہ لائق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء دو اور نہ یہ کہ آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ بات ہمیشہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔''

انہیں مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾الاحزاب (٦)

''نبی علیہ السلام کا مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق ہے اور آپ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔''

جب نبی کی بیویوں نے دنیاوی متاع کا رسول اللہ سے مطالبہ کیا تو اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے فرمادیں اگر تم دنیا کی زیب وزینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دے دوں اور اچھے طریقے سے رخصت کردوں اور اگر تم اللہ، رسول اور آخرت کو پسند کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' الاحزاب(۲۸، ۲۹)

جب انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے رسول کو اختیار کرتی ہیں تو اللہ نے انہیں انعام یہ دیا کہ ان کے بعد کسی اور عورت سے نکاح کرنے سے رسول اللہ کو منع فرمادیا

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا﴾ الاحزاب (۵۲)

''آپ کے لیے اس کے بعد عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ آپ ان کے بدلے اور بیویاں کرلیں اگرچہ ان کا حسن آپ کو اچھا لگے مگر جو ملک یمین ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي مِنْ بَعْدِي))

تم میں سے بہترین وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل کے لیے بہتر ہوگا

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ:

((أَنَّ أَبَاهُ وَصَّى لِأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِحَدِيقَةٍ بِيعَتْ بَعْدَهُ بِأَرْبَعِينَ أَلْفَ دِينَارٍ))

کہ ان کے باپ (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے امہات المومنین کے حق میں ایک باغ کی وصیت کی تھی جو ان کی وفات کے بعد چالیس ہزار دینار میں بیچا گیا۔

مستدرك حاكم(٥٣٥٩)والصحيحة (١٨٤٥)

عصر حاضر کے مطابق پاکستانی روپے کے حساب سے یہ رقم تقریباً اسی کروڑ بنتی ہے

میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں

محمد اشعر غسان (درجہ اولیٰ، ب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

((تَقَبَّلُوْا لِيْ بِسِتٍّ اَتَقَبَّلْ لَكُمُ الْجَنَّةَ))

''تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔

انہوں نے کہا وہ کیا ہیں۔۔؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(١) اِذَا حَدَّثَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبْ

''جب تم میں سے کوئی بات کرے وہ جھوٹ نہ بولے''۔

(٢) وَاِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفْ

''جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی نہ کرے''۔

(٣) وَاِذَا اؤْتُمِنَ فَلَا يَخُنْ

''اور جب اسے امین سمجھا جائے وہ خیانت نہ کرے''۔

(٤) وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ

''اور تم اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو''

(٥) وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ

''اور اپنے ہاتھوں کو دوسروں کو تکلیف دینے سے روکے رکھو''۔

(٦) وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ

''اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو''۔

مسند احمد(٥/٣٢٧)،وابن حبان(٢٧٢)،والحاكم(٤/٣٥٩)

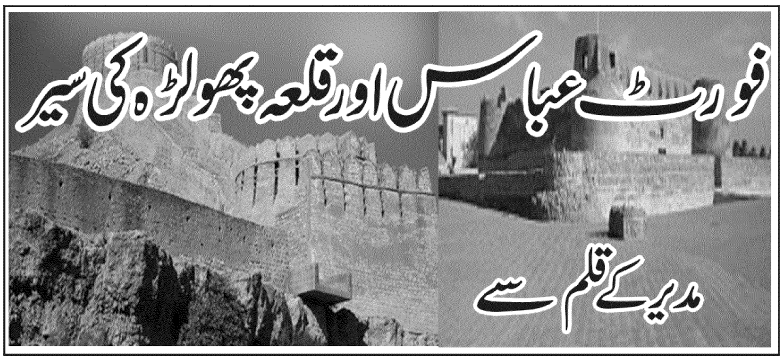

راقم اگرچہ ہوش سنبھالتے ہی شہر گوجرانوالہ کی سرزمین میں نزیل ہوا اور یہیں سے دینی تعلیم حاصل کی اور ہنوز یہیں جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) کے شعبہ علوم اسلامیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔لیکن آبائی علاقہ ضلع بہاولپور کی تحصیل حاصل پور ہے، ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ چھٹیوں میں اپنے علاقہ کے قرب وجوار میں بسے شہروں کے علماء کرام کی زیارت کی جائے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللَّهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الجَنَّةِ مَنْزِلًا))

''جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی یا اللہ کی رضا کی خاطر اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کی تو منادی اعلان کرتا ہے کہ تو خوش ہو جا تیرا چلنا نہایت عمدہ ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے'' ترمذی ،البر والصلة(۲۰۰۸)حسن

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کرنے کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا تھا جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے اس کے پاس جا رہا ہوں۔فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، صرف اس لیے جا

رہا ہوں کہ اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں اس پر فرشتے نے کہا:

((فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَیْکَ بِاَنَّ اللهَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَهُ فِیْهِ)) مسلم (۲۵٦۷)

''میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں (اور یہ بتانے آیا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتے ہیں جیسے تو اس (بھائی) سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔''

ہمارا مقصد شہر فورٹ عباس کی زیارت تھا جو کہ قلعہ کی وجہ سے مشہور ہے۔فورٹ قلعے کو کہتے ہیں، چونکہ اس شہر میں بہاولپور کے نوابوں کے ایک فرد غالباً محمد صادق عباسی نے قلعہ تعمیر کروایا تھا اس وجہ سے اس شہر کا نام فورٹ عباس پڑ گیا، آگے جا کر میں اس قلعہ کے متعلق بھی آپکو آگاہ کروں گا لیکن یہ یاد رہے:

تحریر میں کہاں سمٹتی ہیں دلوں کی باتیں
یونہی دل بہلا رہے ہیں ذرا کاغذوں کیساتھ

جی جناب ہوا ایسے کہ راقم حاصل پور سے صبح ۱۱ بجے .....ذوالحجہ.....2012ء کو جاوید اکرم بھائی جو کہ گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے کی رفاقت میں چشتیاں شریف کی طرف محوسفر ہوا۔ چشتیاں شہر میں نماز ظہر مرکز صوت القرآن (مسجد قباء) میں ادا کی بعد از نماز مختصر سا درس قرآن ہوا اور پھر مرکز صوت القرآن کے سرپرست حاجی اقبال صاحب اور دیگر احباب کے ساتھ مرکز صوت القرآن کے مدیر مولانا محمد عثمان فاروقی صاحب کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے جو پُرتکلف تھی۔نماز عصر بھی وہیں ادا کی اور پھر فورٹ عباس کی طرف سفر جاری ہوا۔اب ہمارے سفر کے دوستوں میں اضافہ ہو چکا تھا جن میں مولانا عثمان فاروقی اور مولانا زاہد صاحب (ماشاء اللہ یہ زوجین عالم باعمل ہیں اور چشتیاں، ڈاہرانوالہ اور اس کے مضافات میں دعوت وتبلیغ میں ہمہ وقت سرگرم رہتے ہیں اللہ ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائیں اور حسنات کو قبول فرمائے)۔

فورٹ عباس میں ہم نماز عشاء کے قریب پہنچے وہاں ہمارے میزبان مولانا ریاض الرحمٰن ابوبکر صاحب تھے جو جامعہ الدعوۃ اسلامیہ مرکز طیبہ مرید کے فاضل ہیں اور فورٹ عباس کی بنجر سرزمین میں کتاب وسنت کی آبیاری میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں۔

نماز مغرب اور عشاء ادا کرنے کے بعد ریاض الرحمٰن بھائی کے گھر پہنچے وہاں پہنچ کر دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا کیونکہ میں نے اس علاقہ میں کسی سلفی دوست کے پاس پہلی مرتبہ کتب احادیث پر مشتمل اتنی بڑی لائبریری ان کے گھر دیکھی تھی۔ان کی لائبریری میں داخل ہوتے ہی کچھ دیر ان کی لائبریری کو دیکھتا رہا اور ان کیلئے رب کے حضور لمبی لمبی دعائیں کرتا رہا۔لائبریری میں مختلف موضوعات کی کتب الگ الگ الماریوں میں عمدہ ترتیب سے سجائی گئیں تھیں۔

پھر جلد ہی طعام کا دور شروع ہوا اور دوران طعام ریاض الرحمٰن صاحب اپنے دوستوں کو ہمارے آنے اور نماز فجر کے بعد درس کی اطلاع بھی دیتے رہے وہ اس قدر دوستوں کو فون پر ہمارے آنے کی اطلاع کر رہے تھے جو یقیناً انکی ہمارے ساتھ محبت کی روشن دلیل تھی اللہ تعالیٰ ان کے مال و جان میں برکت فرمائے۔رات انہی کی لائبریری میں تمام دوست محو خواب ہوئے صبح نماز فجر کے بعد راقم نے مختصر درس قرآن دیا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق ہلکا پھلکا ناشتہ کر کے علماء کی زیارت کیلئے نکل پڑے۔گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک بات عثمان فاروقی صاحب نے بڑی نوٹ کی کہ گلیوں کے نام اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر تھے۔ہمارے لیے جو بہت ہی خوشی کی بات تھی کہ ان علاقوں میں بھی محبان صحابہ موجود ہیں۔

سب سے پہلے ہماری ملاقات مولانا محمد بلال صاحب سے ہوئی جو ایک عالم، مدرس اور حکیم بھی ہیں انہوں نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے 1957ء میں سند فراغت حاصل کی اور پھر 1958 میں خاص طور پر شیخ الحدیث مولانا عبداللہ بڈھانوی رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد بھٹوی رحمہ اللہ (جو کہ شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ کے والد محترم ہیں) اور شیخ الحدیث والتفسیر محدث محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے کچھ پڑھا اور انہیں امتحان دے کر فورٹ عباس کے مضافاتی گاؤں 311-H-R نزد مروٹ میں واپس چلے گئے جوان کا آبائی گاؤں تھا۔مولانا نے فرمایا کہ میں نے اُس دور میں تعلیم حاصل کر کے اس علاقہ میں قدم رکھا جب توحید و سنت کا عقیدہ رکھنے والا کوئی دور دور تک نہ ملتا تھا۔مزید فرمانے لگے کہ میں نے پہلے پہل مشکوۃ شریف کو خطبہ جمعہ میں سبقاً شروع کیا۔پھر کچھ عرصہ بعد شہر فورٹ عباس منتقل ہو گئے۔انہوں نے اپنی زندگی کے کئی ایک

اہم واقعات بھی سنائے جوانہیں کتاب وسنت کی تبلیغ میں پیش آئے وہ فرمانے لگے کہ میں نے ایک دفعہ طلاق ثلاثہ کے متعلق کتاب وسنت سے فتویٰ دیا کہ جب یکبارتین طلاقیں دی جائیں تو ایک ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے مجھے جیل کی ہوا کھانی پڑی لیکن میں نے تھانے میں چیلنج کیا کہ اگر کوئی میرے فتویٰ کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہے تو سامنے آئے ۔دو دن جیل میں بیٹھا رہا اور احادیث کی کتابیں ساتھ لے کر گیا تھا لیکن دو دن میں کوئی بھی سامنا کرنے نہ آیا۔آخر تھانیدار نے کہا آپ سچے ہیں اور باعزت جاسکتے ہیں۔

فورٹ عباس کے سب سے بڑی عمر کے عالم دین یہی مولانا بلال صاحب ہیں جو آجکل بھی مدرسہ تعلیم لاسلام للبنات میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اللہ کا خاص فضل ہے کہ انکی اولاد بھی دین حنیف کی سربلندی کیلئے کوشاں ہے۔ان کے بڑے صاحبزادے مولانا قاری عبدالحلیم ہیں جو جامعہ رحمانیہ لاہور اور فاضل مدینہ یونیورسٹی ہیں اور آج کل ادارہ بناء المساجد ریاض میں اور مکتبہ دارالسلام میں تخریج وتحقیق کے شعبہ میں کام کررہے ہیں۔ان کے چھوٹے بیٹے قاری شفیق صاحب لاہور میں جامعہ امام بخاری کوٹ لکھپت اور جوہر ٹاؤن میں ایک مدرسہ سلمان فارسی اور دفتر بناء المساجد کی نگرانی کرتے ہیں، علاقہ فورٹ عباس، چشتیاں، بہاولنگر، کھچی والا، مروٹ، یزمان، ضلع بہاولپور، حاصلپور میں سینکڑوں مساجد جو ادارۃ بناء المساجد سعودی عرب کی طرف سے بنائی گئی ہیں ان کا کریڈٹ انہی برادران کو جاتا ہے کہ قاری عبدالحلیم صاحب وہاں سعودی عرب سے اہتمام کرتے ہیں اور قاری شفیق صاحب آگے انتظام کرتے ہیں اور مولانا کے چھوٹے بیٹے عبدالحنان مزید دیکھ بھال اور مساجد کی تعمیر میں معاون ہیں۔مولانا کے سب سے چھوٹے بیٹے کریانہ کی دوکان چلاتے ہیں۔الغرض مولانا محمد بلال کی تمام اولاد ان کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔مولانا محمد بلال صاحب کے پاس سے اٹھ کر انکے بیٹوں قاری شفیق صاحب اور عبدالحنان اسی طرح دیگر احباب سے ملاقات ہوئی۔اسی طرح مولانا اخلاق ظفر صاحب سے مسجد دارالسلام میں، مولانا قاری اکرم طارق صاحب سے اخلاق ٹاؤن میں انکی مسجد ابوہریرۃ میں، اور حفظ القرآن کے مدرسہ عمر بن خطاب میں مولانا قاری عتیق الرحمٰن اور مولانا قاری خبیب صاحب سے ملاقات کی اور شہر فورٹ عباس کی بڑی

بڑی وسیع وعریض مساجد دیکھ کر دل خوشی سے اللہ کی حمد کے نغمے گا رہا تھا۔

پھر ہمارا سفر فورٹ عباس کے مشہور قلعے کی طرف ہوا وہاں کئی ایک اہم چیزیں دیکھیں خصوصا ایک مسجد جس کے مین دروازے پر کلمہ طیبہ لکھا گیا تھا جو اس بات کی روشن دلیل تھی کہ وہ لوگ خالص توحید پرست تھے علاوہ ازیں مسجد کے ایک کونے میں پڑا ہوا لوہے کا ایک بہت بڑا پیالہ نما نقارہ دیکھا جس کے پاس لوہے کا بڑا سا ہتھوڑا بھی تھا پوچھنے پر پتا چلا کہ روزہ کھلوانے کے لیے بجایا جاتا تھا .....کچھ قلعے کی ویران اور منہدم عمارتوں کو دیکھنے کے بعد واپس شہر لوٹے:

بہت قریب سے دنیا کو دیکھ آیا ہوں
کہیں مکیں نہ ملے اور کہیں مکاں غائب

واپسی پر بھائی ابوبکر نے بتلایا کہ اسی شہر کے ایک نامور صحافی غریب اللہ غازی نے اس شہر کی تاریخ پر اک کتاب بھی لکھی ہے ''تاریخ فورٹ عباس'' یہ سن کر میں نے کہا کہ گاڑی فورا ان کے طرف کی جائے اور ملاقات کر کے اس قلعے کے متعلق معلومات لی جائیں چنانچہ ہم محترم جناب غریب اللہ غازی صاحب کے پاس پہنچے ان سے ملاقات ہوئی لمبی دیر بات چیت جاری رہی چونکہ کتاب کا پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا تھا لہذا انہوں نے ہمیں قلعے پر لکھے گئے چند آرٹیکل دیئے جن کا خلاصہ قارئین کی نظر کیا جاتا ہے (صحرائے چولستان میں فورٹ عباس سے لیکر صادق آباد تک درجنوں تاریخی قلعے یا ان کے آثار ملتے ہیں۔فورٹ عباس کے نام میں جس قلعہ کو شامل کیا گیا ہے اسے قلعہ پھولڑہ کہتے ہیں یہ نہایت قدیم اور تاریخی قلعہ ہے یہ کب اور کس نے تعمیر کیا ہے اس کے بارے میں درست طور پر معلوم نہیں مختلف تاریخی کتب اور پرانے بزرگوں کے حوالے سے کچھ روایات درج کی جارہی ہیں۔

قلعہ پھولڑہ کے بارے میں ایک تحریر میں لکھا ہے کہ 1398ء میں امیر تیمور نے دیگر قلعوں کے ساتھ اس قلعہ کو فتح کیا تھا دوسری روایت کے مطابق شیر شاہ سوری نے ہمایوں پر حملہ کیا تو اس نے راہ فرار اختیار کی اور قلعہ پھولڑہ میں پناہ حاصل کی۔شیر شاہ سوری اس کے تعاقب میں 1540ء میں یہاں آیا تھا تو ہمایوں یہاں سے فرار ہو کر قلعہ مروٹ اور بعد ازاں عمر کوٹ پہنچ گیا تھا۔شیر شاہ سوری نے بھی اس قلعہ کی مرمت کرائی تھی۔

قلعہ پھولڑہ کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ قلعہ بھارتی ریاست بیکانیر کے بانی بیکا سنگھ کی حکمرانی سے پہلے کا تعمیر کردہ ہے یہ علاقہ ریاست بیکانیر کی عملداری میں آ گیا تھا معروف اطالوی ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر تساوری نے اس قلعہ کا بانی رکھو پھلانی کو قرار دیا اور قلعہ کو رکھو پھلانی کی رہائش گاہ قرار دیا۔

محمد علی گھرل ساکن HR/277 نے راقم کو بتایا کہ میں نے تاریخی طور پر اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ مہاراجہ بیکانیر کی اولاد میں رائے جودنیر نامی مہاراجہ کے دو بیٹے تھے ایک کا نام پھول را اور دوسرے کا نام دلارا تھا۔قلعہ دلارا اور قلعہ پھولڑہ ان دونوں کے ناموں پر نام رکھے گئے جو بگڑ کر دلارا سے دلہر اور پھول را سے پھولڑہ بن گئے۔

اس قلعہ کے بارے میں پانچ پھولاں شہزادی کی بہت ہی طویل اور تاریخی کہانی بھی پرانے بزرگوں میں مشہور تھی اور جانی چور کس طرح نقب لگا کر پھولاں شہزادی کو نکال کر لے آیا تھا اس کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ اسے شہزادی پھول کماری نے بنایا تھا۔قلعہ کے کھنڈرات سے ایک سکہ ملا تھا جس پر ہندی میں پھول سنگھ جی مہاراج لکھا ہوا تھا لوگ کہتے ہیں کہ اسے پھول سنگھ نے بنوایا تھا۔ قلعہ پھولڑہ کے جنوب مشرقی کونہ پر تین منزلہ عمارت بنی ہوئی تھی اس کی سب سے اوپر والی منزل پر ایک خوبصورت بنگلہ بنا ہوا تھا اس بنگلہ کی عمارت پر یہ عبارت درج تھی۔مالک محمد اکرم خان داؤد پوتری۔دوشنبہ رمضان 1166ء ہجری قلعہ پھولڑہ کی خصوصیات یہ تھی کہ اس کی تعمیر میں پختہ چھوٹی ٹائل اینٹیں استعمال کی گئیں۔اینٹیں باہر کسی دوسرے شہر سے نہیں منگوائی گئیں بلکہ قلعہ کے قریب ہی بھٹیوں میں پکائی گئی تھیں۔عرصہ دراز تک اینٹ پکانے والی بھٹیاں موجود رہیں۔قلعہ کے اندر 118 فٹ گہرا کنواں تھا۔قلعہ سے باہر تین مزید کنویں تھے۔قلعہ کے چاروں کونوں پر مینار تعمیر تھے جہاں محافظ بیٹھ کر پہرہ دیتے تھے۔قلعہ کے تینوں کونوں پر توپیں نصب تھیں۔قلعہ کا باقاعدہ مین گیٹ پر بہت وزنی لوہے کے کیواڑ لگائے گئے تھے۔

دروازے کے باہر کی طرف نوکدار سلاخیں لگی ہوئی تھیں تاکہ ہاتھی اس دروازے کو اپنی ٹھوکر سے مار کر توڑ سکے نہ گرا سکے ٹھوکر مارنے سے اس کا پاؤں زخمی ہو جائے۔مین گیٹ پر گولہ باری

کے نشان بھی موجود تھے۔

اس قلعہ کے ساتھ ایک بلند مینار تھا اسکی چوٹی پر بنولے اور سرسوں کا تیل ڈال کر آگ روشن کی جاتی تھی تا کہ رات پتہ چل سکے کہ قلعہ اس طرف ہے۔قلعہ کی فصیل اس قدر چوڑی تھی کہ اس پر ہاتھی سفر کرسکتا تھا آج کے دور میں جیپ چل سکتی ہے۔فصیل کے دونوں طرف چھوٹی ٹائل اینٹ لگا کر مضبوط کیا گیا تھا۔قلعہ کی تعمیر میں جنگلی کریر کی لکڑی استعمال کی گئی تھی اس لکڑی کو سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود دیمک کوئی نقصان نہ پہنچاسکی۔قلعہ کے محفوظ خانوں میں توپ کے گولے اور بندوق کی گولیاں برآمد ہوئیں۔قلعہ کے اندر خزانے کی موجودگی اور اس خزانے نے کی رکھوالی ایک بڑا اژدھا کر رہا تھا۔کے بارے میں بھی روائتیں موجود ہیں۔بارشوں کے بعد قلعہ کے کھنڈرات سے سونے چاندی کے زیورات اس وقت کے استعمال کے برتن اور سکے بھی ملنے کی اطلاعات ہیں۔مشہور سیاح چارلس مین نے تحریر کیا ہے کہ ماضی میں پھولڑہ مروٹ قابل ذکر تجارتی مرکز رہے ہیں۔

قلعہ پھولڑہ کے اردگرد قدیم بستی میں ایک شاہی مسجد کے علاوہ پانچ چھوٹی مساجد بھی ہیں سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ پھولڑہ کی مساجد میں محراب نہیں ہے صرف محراب کا نشان موجود ہے جوان کی قدیم ترین ہونے یعنی قرن اول کے زمانے کی یاد دلاتا ہے۔قلعہ پھولڑہ انتہائی خوبصورت بلند و بالا تھا مگر محکمہ آثار قدیمہ نے اسے محفوظ کرنے کیلئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔محکمہ کی غفلت کے باعث آہستہ آہستہ تباہی و بربادی ہوتی رہی)

پتہ پتہ یہ صدا دیتا ہے
وقت ہر شے کو اڑا دیتا ہے
آغاز کسی شے کا نہ انجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

قلعے کی سیر کے بعد ہمیں کچھی والا پہنچنا تھا فوراً وہاں سے نکلے اور تقریباً سولہ سترہ کلومیٹر کچھی والا

میں مرکز سعد بن ابی وقاص میں پہنچے وہاں عبدالشکور فائق بھائی ہمارے انتظار میں تھے ومولانا عبد الشکور صاحب شہر چشتیاں کے رہائشی ہیں خاندان میں واحد توحید پرست ہیں دینی تعلیم بہاولپور ،سرگودھا اور گوجرانوالہ میں حاصل کر کے آجکل اسی مرکز سعد بن ابی وقاص کے مدیر اعلی ہیں قاری عبد الحلیم اور قاری شفیق صاحب کی معاونت سے بنے اس عظیم مدرسے کو احسن انداز سے چلا رہے ہیں جو کئی برس سے ویران علم کے متلاشیوں کا منتظر تھا، آج وہاں الحمدللہ درس نظامی کی تین کلاسیں سیرین تعداد کے ساتھ موجود ہیں اور طلباء کو دور حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے شعبہ علوم عصریہ بھی قائم ہے فنِ خطابت اس ادارہ کی اہم ترین خصوصیت ہے ابتدائی کلاسوں کے طلباء ہونے کے باوجود نواحی چکوک میں مستقل خطبہ جمعہ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں وہیں نماز عصر ادا کی بعد نماز راقم کو چند منٹ درس قرآن کا حکم ملا بعد ازاں کچھ دیر طلباء اور اساتذہ مین سے مولانا طارق محمود آف خانیوال اور مولانا محمد ذیشان صاحب آف گوجرانوالہ سے ملاقات کی اور بھائی عبدالشکور حفظہ اللہ نے نو کینال پر مشتمل اور اس وسیع وعریض مرکز کی سیر کروائی اور تمام عمارت کے بنانے کے مقاصد سے آگاہ کیا، سورج کی روشنی ختم ہوتی جارہی تھی اور ہم اجازت لیتے ہوئے وہاں سے واپس شہر چشتیاں کی طرف روانہ ہوئے محترم زاہد صاحب اور مولانا عثمان فاروقی صاحب کو چشتیاں چھوڑا اور واپس اپنے شہر حاصل پور دو دن بعد رات دس بجے پہنچ گئے۔

الحمد لله على ذالك

میرا پسندیدہ شعر

یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
عزت سے جیے تو جی لیں گے یا جام شہادت پی لیں گے

محمد ابوبکر (درجہ اولی ب)

مرجئہ کون...؟

تحریر.....محمد رفیق طاہر ملتان

آجکل لفظ "مرجئہ " بکثرت استعمال ہورہا ہے۔بہت سے گروہ ایک دوسرے کوارجاء کی تہمت بڑے شوق سے دیتے نظر آتے ہیں۔حتی کہ اس دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کو بھی ہمارے ایک معاصر مجلّہ الإحیاء نے مرجئہ قرار دے کر "معرکہ "سر کرنے کی مذموم سعی کی ہے۔ان بے لگام زبانوں سے خالص اہل الحدیث لوگ۔ کہ جنکی ساری زندگیاں قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے گزریں۔ بھی محفوظ نہیں ہیں۔لہذا یہ ضروری ہے کہ اس بات کا تعین کرلیا جائے کہ مرجئہ کسے کہا جاتا ہے اور مرجئہ کون ہوتا ہے؟

اہل السنۃ کے نزدیک مسئلہ ایمان میں مرجئہ کی چار اقسام ذکر کی جاتی ہیں:

1 فقہاء مرجئہ۔

2 جہمیہ۔

3 کرامیہ۔

4 ماتریدیہ۔

(1) ....مرجئہ فقہاء

جو کہتے ہیں کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے، وہ مرجئہ فقہا ہیں۔اُنہوں نے اعمال کو مسمی ایمان سے خارج کردیا جس کے نتیجہ میں انہوں نے کہا کہ ایمان نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔

امام ابن تیمیہ رقم ہیں:

((والمرجئة الذين قالوا :الإيمان تصديق القلب وقول اللسان والأعمال

ليست منه كان منهم طائفة من فقهاء الكوفة وعبادها ولم يكن قولهم مثل قول جهم)) (الايمان لابن تيميه :ص 154)

''وہ مرجئہ جنہوں نے کہا کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے اور اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں، ان میں کوفہ کے فقہا وعبّاد کا ایک گروہ بھی ہے اور ان کا (یہ) قول جہم کے قول جیسا نہیں ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

((وكان أكثرهم من أهل الكوفة ولم يكن أصحاب عبد الله من المرجئة ولا إبراهيم النخعي وأمثاله .فصاروا نقيض الخوارج والمعتزلة، فقالوا :إن الأعمال ليست من الإيمان وكانت هذه البدعة أخف البدع، ولم أعلم أحدًا منهم نطق بتكفيرهم بل هم متفقون علىٰ أنهم لا يكفرون في ذلك وقد نص أحمد وغيره من الأئمة علىٰ عدم تكفير هؤلاء المرجئة)) (مجموع الفتاوىٰ:7507)

''اوران کی اکثریت اہل کوفہ میں سے تھی البتہ عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اور ابراہیم نخعی اور ان جیسے لوگ مرجئہ میں سے نہیں تھے۔ اور یہ مرجئہ خوارج اور معتزلہ کی نقیض تھے۔ انہوں نے کہا کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں اور یہ بدعت (مرجئہ کی) بدعتوں میں سے سب سے زیادہ ہلکی ہے (سلف اور ائمہ نے ان پر سخت نکیر وتغلیظ کی ہے) البتہ میں کسی کو نہیں جانتا جس نے ان کی تکفیر کی ہو بلکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی اوران مرجئہ کی عدم تکفیر پر امام احمد وغیرہ ائمہ سے نص ہے۔''

(2).....جہمیہ:

ایمان کی تعریف اور مفہوم ومراد کے لحاظ سے ایک گروہ جہمیہ کا ہے۔ یہ لوگ جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں جو 128ھ میں قتل ہوا، اسے مسلم بن احوز مازنی نے مرو کے مقام پر قتل کرادیا تھا۔ ان کا اعتقاد

ہے کہ ایمان صرف معرفت ہے اور اسی نظریہ کے نتیجہ میں یہ لوگ ابلیس اور فرعون کو بھی مومن، کامل ایمان والے سمجھتے ہیں، اور ان کے نزدیک کفر صرف ربّ تعالیٰ سے جہالت کا نام ہے اور یہ قسم اِرجا کی قسموں میں سے سب سے زیادہ سخت اور خطرناک ترین ہے۔

امام ابن تیمیہ ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وعند الجهمية إذا كان العلم فى قلبه فهو مؤمن كامل الإيمان إيمانه كإيمان النبيين ولو قال وعمل ماذا))(مجموع الفتاویٰ7143:)

''جہمیہ کے نزدیک جب دل میں (ربّ کے متعلق) علم ہے تو وہ کامل ایمان والا مؤمن ہے۔ اس کا ایمان نبیوں کے ایمان کی طرح ہے اگرچہ وہ کچھ بھی کہے اور کرے۔''

ان کے نزدیک عمل قلب بھی ایمان میں شامل نہیں ہے۔

ایک اور جگہ آپ لکھتے ہیں:

((ومنهم من لا يدخلها فى الإيمان كجهم ومن اتبعه كالصالحى))

''عمل قلب کو ایمان میں داخل نہ کرنے والوں میں جہم اور اس کے پیروکار صالحی وغیرہ ہیں۔'' (الایمان لابن تیمیه:ص 155)

مزید فرماتے ہیں:

((الإيمان مجرد معرفة القلب وإن لم يقر بلسانه واشتد نكيرهم لذلك حتى أطلق وكيع بن الجراح وأحمد بن حنبل وغيرهما كفر من قال ذلك فإنه من أقوال الجهمية)) (مجموع الفتاویٰ: 7508)

''(ایک قول یہ ہے کہ) ایمان صرف معرفت قلب ہے اگرچہ زبان سے اقرار نہ بھی کرے۔ (ائمہ سلف نے) بڑی شدت سے ان کی تردید کی ہے حتیٰ کہ وکیع بن جراح اور احمد بن حنبل نے ایسے لوگوں پر کفر کا اطلاق کیا ہے اور بلاشبہ یہ جہمیہ کے اَقوال میں سے ہے۔''

ان کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((نظرت فی کلام الیهود والنصاریٰ والمجوس فما رأیت قومًا أضل فی کفرهم من الجهمیة وإنی لأستجهل من لا یکفرهم إلا من یعرف کفرهم وقال :ما أبالی صلیت خلف الجهمی والرافضی أم صلیت خلف الیهود والنصاریٰ)) (خلق افعال العباد : 31، 51)

''میں نے یہود ونصاریٰ اور مجوس کے کلام میں غور وفکر کیا ہے پس میں نے کسی ایسی قوم کو نہیں دیکھا جو اپنے کفر میں جہمیہ سے بڑھ کر گمراہ ہو اور جو ان کی تکفیر نہیں کرتا میں اس کو جاہل سمجھتا ہوں سوائے اس کے، جسے ان کے کفر کا علم ہی نہ ہو، اور (مزید) فرماتے ہیں : مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں جہمی اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لوں یا یہودی اور عیسائی کے پیچھے۔''

(3).... کرامیہ:

یہ لوگ ابوعبداللہ محمد بن کرام المتوفی 255ھ کے پیروکار ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان دل سے تصدیق کرنے اور تمام اعمال کے بجائے صرف زبان سے اقرار کا نام ہے۔

ان کے نزدیک منافق بھی باعتبار دنیا مؤمن ہے بلکہ کامل مؤمن ہے، البتہ وہ آخرت میں عذابِ ابدی کا مستحق ہے۔ چنانچہ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

((فالمنافقون عندهم مؤمنون کاملوا الإیمان))

''پس منافقین ان کے نزدیک مؤمن، کامل ایمان والے ہیں۔''

(شرح العقیدة الطحاویة :ص 332)

(4) ماتریدیہ:

اَبومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی کی طرف منسوب ایک کلامی فرقہ ہے۔

شارح عقیدہ طحاویہ امام ابن ابی العز حنفی راقم ہیں:

((أو التصدیق کما قاله أبو منصور الماتریدی))

''یا(ایمان صرف) تصدیق ہے جیسا کہ ابومنصور ماتریدی کا قول ہے۔''

(شرح العقیدہ الطحاویۃ لابن ابی العز الحنفی :ص 333)

اوران میں سے کچھ نے کہا کہ زبان سے اقرار(ایمان کے لیے) رکن زائد ہے، اصلی نہیں ہے اور ابومنصور ماتریدی اسی کے قائل ہیں۔

یہ مرجئہ کی کل چار اقسام ہیں جو کہ اہل السنہ نے بیان کی ہیں۔لیکن آج لفظ "مرجئہ "صرف ایک گالی کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔اور کہنے والے کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ جس شخص پر میں مرجئہ کا اطلاق کر رہا ہوں وہ مرجئہ ہے بھی یا نہیں؟۔

اوراللہ تعالی کے فضل وکرم سے اہل الحدیث کی جماعتوں میں سے کوئی بھی جماعت یا تنظیم ایسی نہیں ہے جو یہ اعتقاد نہ رکھتی ہو کہ ایمان اقرار باللسان ,تصدیق بالقلب ,اورعمل بالجوارح کا نام ہے۔ یعنی تمام تر اہل الحدیث جماعتیں زبانی اقرار ,دلی تصدیق ,اورارکان ایمان واسلام پر عمل کے مجموعہ کو ہی ایمان قرار دیتی ہیں۔جبکہ غیر اہل الحدیث جماعتوں میں ارجاء کی بیماری پائی جاتی ہے , کوئی صرف زبانی جمع خرچ کو ایمان کا نام دیتا ہے تو کوئی ساتھ تصدیق کو بھی ایمان میں شامل کر لیتا ہے , لیکن عمل کو یہ لوگ ایمان کا حصہ نہیں سمجھتے۔مگر صد افسوس کہ آج کے مرجئہ لوگ اہل السنہ کو ارجاء کا الزام دے کر "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے " کی عمل تفسیر بنے ہوئے ہیں۔

بحمد اللہ تعالی اہل الحدیث کا عقیدہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان،تصدیق بالجنان،اورعمل بالارکان کے مجموعہ کا نام ہے۔اورکسی بھی شخص میں ایمان اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک وہ ارکان ایمان واسلام کو اپنے اندر جمع نہ کر لے۔ارکان اسلام وایمان حدیث جبریل میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

((الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا --- أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ))

''اسلام یہ ہے: کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے، زکاۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اور اگر طاقت ہو بیت اللہ کا حج کرے اور ایمان کے بارہ میں فرمایا: کہ تو اللہ پر اور اسکے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت، اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لائے۔''(صحیح مسلم : ۸)

اور اللہ پر ایمان لانے کا معنی بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے حدیث وفد عبد القیس میں وضاحت فرمائی:

((شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنْ الْمَغْنَمِ الْخُمُس)) (البخاری : ۵۳)

''صرف اور صرف اللہ تعالی ہی کے معبود برحق ہونے اور محمد ﷺ کے رسول خدا ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔''

یعنی جس شخص میں یہ کل گیارہ چیزیں جمع ہو جائیں وہ مؤمن ہوتا ہے:

۱۔توحید ورسالت کی گواہی ۲۔نماز کا قیام ۳۔زکاۃ کی ادائیگی ۴۔رمضان کے روزے رکھنا ۵۔حج بیت اللہ کرنا ۶۔مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا ۷۔اللہ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا ۸۔اللہ کے بھیجے گئے رسولوں پر ایمان لانا ۹۔فرشتوں پر ایمان لانا ۱۰۔اچھی و بری تقدیر پر ایمان لانا ۱۱۔یوم آخرت پر ایمان لانا۔ان میں سے ان تمام ترکاموں کو برحق ماننا عمل قلب ہے، اور نماز کا قیام، زکاۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے رکھنا، حج بیت اللہ کرنا، مال غنیمت سے خمس ادا کرنا عمل جوارح میں داخل ہے۔ہمارا اعتقاد ہے کہ مذکورہ بالا اقوال واعمال ایمان پیدا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ اور ایمان کے ستر سے زائد شعبہ جات ہیں انکے علاوہ باقی شعبہ جات ایمان کو کمال تک پہنچاتے ہیں۔

.....

میرا پسندیدہ شعر

بجا ہے اس زمانے میں فرشتوں کی ضرورت ہے
مگر اپنی یہ خواہش ہے کوئی انساں نظر آئے عبداللہ طاہر، مصعب طاہر گوجرانوالہ

استاذ الاساتذہ محدث و فقیہِ زمان

پہلی قسط

حافظ عبد المنان نور پوریؒ

تحریر..... عبد الرحمن ضیاء جھنگوی

ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوریؒ ایک نہایت ذہین وفطین، محدث وفقیہ، متکلم (اہلِ بدعت وبطلان کے دعاوی اور دلائل کو اصولِ مناظرہ کے مطابق توڑنے والے) زمانہ کے عجائبات و ایات اللہ میں سے ایک تھے۔ آپ کثیر خصائل واخلاقِ حمیدہ سے متصف تھے، ان کے بیان کے لیے تو ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے، اور اہلِ علم ان کے معاصرین وتلامذہ میں سے کئی ایک ان کی وفات کے بعد ان کی نیک سیرت وکردار، حسنِ اخلاق، ذہانت وفطانت، امانت ودیانت اور علمی مقام کے متعلق ابھی تک لکھ رہے ہیں، اور ان کی سیرت وعلمی مقام ومرتبہ پر رسائل ومجلّات میں مسلسل ان کے متعلق مضامین آرہے ہیں، اور کئی خاص نمبر بھی شائع ہورہے ہیں، اللہ کرے یہ تمام مضامین مرتب و مہذب ہوکر ایک بڑی کتاب کی صورت میں سامنے آجائیں، اللہ تعالیٰ اپنے کسی مخلص ونیک بندے کو اس کام کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اس عظیم شخصیت کے مناقب وفضائل اور محاسن اور علمی مقام کا تذکرہ رہتی دنیا تک محفوظ رہے اور عام لوگوں کو ان سے مستفید ہونے کی طرف رغبت پیدا ہو

میں (عبدالرحمٰن ضیاء جھنگوی مدرس جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور) نے اس نیک صالح عظیم شخصیت سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں پانچ سال تعلیم حاصل کی ہے یہ ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۳ کی بات ہے۔ اس وقت شیخ المکرّم حضرت الاستاذ حافظ صاحبؒ اپنے عالم شباب میں تھے، قلیل الکلام، کثیر المطالعہ، کثیر التوجہ الی اللہ تھے، جدال وجدل اور فضول کلام سے بالکل کنارہ کش تھے، جب بھی کوئی بات کرتے تو معنی خیز اور علمی نکات پر ہی مشتمل ہوتی تھی، میں نے آپؒ سے جامع

ترمذی، مقدمہ ابن صلاح، البلاغۃ الواضحۃ، ارشاد الفحول للشوکانی، التلویح علی التوضیح للتفتازانی الماتریدتی، ہدایۃ الحکمت مع شرحہ المیبذی، الفوائد الضیائیۃ المعروف بہ شرح جامی علی مقدمۃ فی النحو (کافیۃ) لابن الحاجب، العلم الخفاق فی علم الاشتقاق لصدیق حسن خاں بھوپالی، شرح شذور الذہب فی معرفۃ کلام العرب لابن ہشام النحوی، کچھ ابتدائی حصہ الفروق للعلامۃ شہاب الدین القرافی، محیط الدائرۃ تفسیر الجزء الاول من جامع البیان پڑھی ہیں۔

استاذی المکرّمؒ کو تدریس میں اس قدر مہارت تھی کہ کسی بھی کتاب کی پیچیدہ سے پیچیدہ عبارت کا مطلب جلد ہی حل کر دیتے تھے، حتی کہ کئی دفعہ آپ کے سامنے کتاب نہیں بھی ہوتی تھی، زبانی ہی لمبی عبارت کا دوٹوک لفظوں میں مقصود سمجھا دیتے تھے۔ مصنف کی اصل غرض تک بھی آپ کی رسائی ہو جاتی تھی، اگر وہ بات غلط ہوتی تو بھی بتا دیتے، بلکہ اگر عربی عبارت میں کاتب یا مصنف سے غلطی ہوئی ہوتی تو اصلاح کر دیتے اگر کسی جگہ کوئی لفظ یا جملہ گرا ہوتا تو بھی بتا دیتے، ارشاد الفحول وغیرہ کتب اس وقت غیر محقق ہی چھپی ہوئی تھیں، ان میں کافی سقطات سامنے آتے تھے، وہ سب حل فرما دیا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک مشہور فقیہ و محدث شیخ الحدیث صاحب نے کسی شخص کو ارشاد الفحول دے کر شیخ کبیر حضرت الحافظ محمد گوندلویؒ کے پاس بھیجا کہ ایک عبارت کی سمجھ نہیں لگ رہی اسے حل فرما دیجیے اس وقت ہم حافظ محدث گوندلوی کے ہاں صحیح بخاری پڑھ رہے تھے، تو حافظ محدث گوندلویؒ چونکہ بخاری شریف پڑھا رہے تھے، انہوں نے فرمایا یہ ارشاد الفحول حافظ عبدالمنان کے پاس لے جاؤ، وہ اس کا مطلب بتا دیں گے، چنانچہ درسِ بخاری کے بعد وہ کتاب حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنانؒ کو دکھائی گئی اور ان سے اس عبارت کا استفسار ہوا تو انہوں نے جلد ہی اس کا مطلب واضح فرما دیا، پھر حضرت محدث گوندلوی کو بتایا گیا تو انہوں نے آپؒ کی تصدیق فرمائی، پھر وہ قاصد ارشاد الفحول لے کر اس شیخ الحدیث صاحب کے پاس چلا گیا۔

جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے فارغ ہونے کے چند سال بعد ایک دفعہ میں نے آپ کی خدمت میں ڈاکٹر فضیلۃ الشیخ شمس الدین افغانیؒ کی مصنفہ کتاب: ''الماتریدیۃ وموقفہم من توحید الاسماء والصفات'' مطالعہ کی خاطر پیش کی جو کہ تین جلدوں میں ۱۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور

عرض کیا کہ اگر اس کتاب میں کوئی لفظی یا معنوی غلطی واقع ہوگئی ہو تو اس کی نشاندہی فرما دینا، تو آپ نے پوری کتاب کا مطالعہ کیا اور اس میں واقع ہر غلطی کی نشاندہی فرمادی، چنانچہ اس کتاب میں آپ کی لگائی ہوئی کل نشانیاں ۴۳۶ تک پہنچ گئی تھیں جو کہ ابھی تک میرے پاس موجود نسخہ میں موجود ہیں ۔فجزاہ اللہ خیراً۔

آپ کا علمی مقام بہت بلند تھا اور حافظہ بھی غضب کا تھا، حاضر دماغی بھی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی، ہر قسم کے مخالف مثلاً دھریے، بدعتی، تقلیدی، پرویزی وغیرہ کی بڑے مضبوط طریقہ سے تردید کرتے تھے، ان کے ذکر کردہ خود ساختہ دلائل کو ھباءً منثوراً بنا کر رکھ دیتے تھے۔ مخالف کے لفظوں ہی سے اسے پکڑتے اور لاجواب کر دیتے تھے، اسی کی دلیل اسی کے خلاف ثابت کر کے دکھا دیتے تھے۔ اسی طرح علومِ عصریہ کے ماہرین یا مستشرقین کے شکوک وشبہات سے متاثر پروفیسرز حضرات کے اشکالات اس طرح حل کر دیتے تھے کہ ان کو آگے بولنے کی سکت ہی نہیں رہتی تھی، بات بھی مختصر کرتے تھے، لیکن بہت جامع مانع کسی جہت سے بھی اگر آپ کی بیان کردہ حجت ودلیل پر کوئی اعتراض ہونے کا امکان ہوتا تو اس کا پہلے ہی حل سوچا ہوتا تھا۔ اور جملہ ہی ایسا ذکر فرماتے کہ جس پر کوئی اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی۔ ان کی زندگی میں اس طرح کے بہت سے مواقع پیش آتے رہتے تھے، جب بھی کسی کے ساتھ کسی بھی مسئلہ میں تقریری یا تحریری گفتگو ہوتی تو مدِّ مقابل کو ہی خاموش ہونا پڑتا۔ آپ کے معاصرین میں سے کبار علماء بھی آپ کے سامنے کسی مسئلہ پر بات کرنے سے جھجکتے تھے۔ اسی سلسلے میں آپؒ فی زمانہ مروجہ حرام تقلیدِ شخصی کی تعریف یوں فرمایا کرتے تھے: "قبول قول ینا فی الکتاب او السنة "اور ختمِ نبوت کا مطلب یہ بیان کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی یا آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ اب ظاہر ہے کہ اس تفسیر کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے۔ بہرحال آپؒ اپنی بات کو جامع مانع بنانے کی کوشش کیا کرتے تاکہ اس پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

آپ ہر ایک کے مکتوب کا جواب ضرور دیتے تھے اور سائلین ومعترضین کے اشکالات کے کافی شافی جوابات مرحمت فرماتے تھے، کہیں کسی آیتِ کریمہ کے بارے کوئی اشکال حل فرماتے، کہیں

کسی حدیث شریف کے اجمال وابہام کو دور کرتے، کہیں کسی مصنف کی پیچیدہ عبارت کی وضاحت فرماتے یا مخالفینِ اسلام کے شبہات کو دور فرماتے تھے۔جیسا کہ یہ چیز آپ کی مشہور کتاب ''احکام ومسائل''میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔

ایک دفعہ آپ کے شاگرد حافظ محمد امین صاحب آف اوڈاں والہ نے آپ کی طرف ایک مکتوب لکھا جس میں مختصر المعانی کی ایک پیچیدہ عبارت:''الملکة هی کیفیة راسخة والکیفیة عرض لا یتوقف تعقله علی تعقل الغیر ولایقتضی القسمة واللاقسمة فی محله اقتضاء أوّلیًّا''۔ کے متعلق سوال تھا،تو آپؒ نے ان کے جواب میں دو بڑے صفحات لکھ کر ارسال کئے تھے جس سے مختصر المعانی ص:۴۵ کا وہ مشکل مقام بالکل ہی آسان ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو درسی اور فنی کتب کی مشکل سے مشکل عبارات کو حل کرنے کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔

کئی مدرسین اور طلبہ آپؒ سے فنی عربی درسی کتب کے مختلف مسائل اور مشکل عبارات موبائل پر دریافت کرتے تو آپؒ زبانی ہی ان کا حل فرمادیا کرتے تھے،میرے علم کے مطابق ہمارے شیخ کبیر حافظ محمد محدث گوندلوی کی مشکل ترین کتب میں سے دو کتب نہایت پیچیدہ اور مشکل ودقیق ترین ہیں۔

ایک کتاب علم الکلام میں فلاسفہ بالخصوص ارسطو کے نظریات کی تردید میں تحفۃ الاخوان ہے۔

اور دوسری کتاب عبدالحق پادری کی اثبات التثلیث کے رد میں اثبات التوحید فی ابطال التثلیث ہے۔

ان دونوں کتابوں کو پنجاب یا پورے پاکستان میں کیا بلکہ پورے برصغیر پاک وہند میں اگر کسی نے مصنف محدث گوندلویؒ کی راہنمائی کے بغیر خود سمجھا ہے تو وہ ہمارے شیخ حضرت الحافظ عبدالمنان نور پوریؒ صاحب ہیں۔

اور محدث گوندلویؒ کی کتاب''تحفۃ الاخوان''ایک عظیم کتاب ہے جو کہ ہمارے شیخ نے خود ہی سمجھ کر محدث گوندلویؒ کو سنادی تھی تو انہوں نے آپ کی تحسین فرمائی تھی اور آپؒ کی لیاقت وقابلیت کا اعتراف کیا تھا۔اور اس کتاب کے متعلق ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوریؒ نے فرمایا ہے:

اس کتاب میں دور حاضر کے اعتقادیات میں صحیح راہ کی نشان دہی کی گئی ہے،میری ذاتی

رائے ہے کہ اعتقادیات کا ایک طالب علم شرح عقائد نسفی، خیالی، شرح عقائد جلالی، میر زاہد، امورِ عامہ اور علمِ کلام کی دیگر چھوٹی موٹی کتابیں پڑھنے کی بجائے اگر صرف ''تحفۃ الاخوان'' ہی کو نظرِ عمیق و دقیق سے پڑھ لے تو اس کے لیے صحیح اعتقادی معلومات کی حد تک بس یہی کافی ہے۔ پھر اس کے بعد انہوں نے اس کتاب کے محتویات نہایت اختصار کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

(دیکھئے ہفت روزہ الاعتصام ۸ نومبر ۱۹۶۸ء)

تحفۃ الاخوان وہ کتاب ہے جو کہ اس کے مؤلف (یعنی ہمارے شیخ محدث گوندلویؒ) نے احناف کے ایک بڑے عالم مولانا عبدالرشید نعمانی کو پڑھنے کے لیے دی تھی لیکن وہ اسے سمجھ نہیں سکے تھے، انہوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اسی طرح ہی محدث گوندلوی کی طرف واپس لوٹا دی تھی۔ لیکن ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان صاحب نے اسے اپنی اللہ داد علمی قابلیت و دقت فہم کے ذریعے خود مطالعہ کر کے سمجھ کر شیخ کبیر حافظ محدّث گوندلویؒ کو سنا دی تھی اور انہوں نے آپؒ کی تصدیق کی تھی اور یہ بات ہمیں محدث گوندلویؒ نے دورانِ سبق صحیح بخاری شریف خود بتائی تھی اور استاذی المکرّم حافظ صاحب کی علمی صلاحیت، ذہانت و فطانت کی انہوں نے تعریف کی تھی، وہ آپ کی علمی صلاحیت و قابلیت پر بہت مطمئن تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ۱۹۸۴ء میں اپنی مرض کی وجہ سے آپ کو اپنی جگہ صحیح بخاری پڑھانے کی اجازت دی تھی کیونکہ وہ آپ کے علم کی پختگی سے بالکل مطمئن تھے۔

چنانچہ آپؒ نے جب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں پہلی دفعہ صحیح بخاری پڑھائی تھی تو آپؒ نے دو ماہ تک علم الحدیث، امام بخاری اور صحیح بخاری کے متعلق ایک مبسوط مقدمہ زبانی املاء کرایا تھا، وہ ایک ایسا جامع نافع مقدمہ ہے جو کہ صحیح بخاری کو علی وجہ البصیرہ شروع کرنے سے پہلے از حد ضروری ہے، اور یہ سارا مقدمہ و تمہید آپؒ کے ایک شاگرد مولانا یونس عتیق صاحب خطیب جامع مسجد اقصیٰ الہ آباد وزیر آبادی حفظہ اللہ نے قلم بند کر کے محفوظ کر کے اپنے پاس رکھا ہوا تھا اور یہ مقدمہ صحیح بخاری مولانا محمد طیب محمدی مدرس جامعہ شمس الہدیٰ ڈسکہ کی نظر ثانی اور حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنان نور پوریؒ کی نظر ثالث کے ساتھ مرأۃ البخاری کے نام سے ۲۴۰ صفحات پر مشتمل مطبوع ہے۔ آپؒ نے اس مقدمہ میں علم الحدیث کے سلسلے میں منکرین حدیث کی طرف سے پیش کیے جانے والے دس

شبہات کا علمی رد بھی کیا ہے، کتاب کے مسائل کو ایسی بے نظیر ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے جو عام دیگر کتب میں کم ہی پائی جاتی ہے۔

اور دوسری کتاب ''اثبات التوحید'' ہے جو کہ ہمارے بڑے شیخ محدث گوندلویؒ نے عبدالحق پادری کے رد میں لکھی تھی اور یہ ''اثبات التوحید'' ایک علمی لاجواب کتاب ہے، حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنانؒ نے فرمایا تھا کہ یہ کتاب علمی خزانے کا مجسمہ ہے، نرا علم ہی ہے، اور آپؒ نے اس کتاب کو اردو سے عربی کے قالب میں ڈھالا ہے، حالانکہ یہ کتاب زیادہ تر منطق وفلسفہ کی مصطلحات سے بھری پڑی ہے جسے سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں ہے بلکہ جس کے پاس ان فنون کی وافر معلومات ہوں اور ان مصطلحات سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو وہی اس طرح کی کتب کو سمجھ سکتا ہے، ہمارے محترم استاذ حافظ عبدالمنانؒ کے لئے اللہ تعالیٰ نے علوم وفنون کو سمجھنا سمجھانا اس طرح آسان کر دیا تھا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا موڑنا نرم اور آسان کر دیا تھا، چنانچہ انہوں نے اس کتاب کا عربی میں اس انداز سے ترجمہ کیا کہ اس معرَّب کتاب اثبات التوحید کو حل کرنا اور سمجھنا اردو سے بھی زیادہ آسان ہو گیا ہے۔

آپؒ تقریر بھی ایسی مرتب و مدلل اور پُر مغز کیا کرتے تھے کہ سننے والے کے دل میں ایک خاص اثر کرتی تھی، آپؒ کی آواز بھی جلالی ہوتی تھی کأنہ منذر جیش والا منظر دکھائی دیتا تھا اور مخالفین و اہلِ رائے کے شبہات کے اس طرح پرخچے اڑا دیا کرتے تھے کہ سننے والا بالکل مطمئن ہو جاتا، کوئی تشنگی محسوس نہیں کرتا تھا، اب الحمدللہ آپؒ کی کافی تحریریں موجود ہیں، آپؒ کے مقالات بھی مطبوع ہیں، مکالمات بھی چھپے ہوئے ہیں اور دو ضخیم جلدوں میں احکام و مسائل بھی عام دستیاب ہیں، ان کی تیسری جلد بھی طبع کے لئے تیار ہو رہی ہے، اور امکان ہے کہ اس کی چوتھی جلد بھی منظرِ عام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ جو کہ درسی کتابوں کی بعض پیچیدہ عبارتوں کے حل پر مشتمل ہوگی جیسا کہ مختصر المعانی کی ایک عبارت کی نشاندہی ابھی ذکر ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محترم فاضل بھائی مولانا محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ کو توفیق دے کہ وہ اسے جلد از جلد منظرِ عام پر لے آئیں، انہیں پڑھ کر آپ حضرات خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپؒ کی تحریر میں کس قدر پختگی، علمیت اور دفاعِ کتب وسنت پایا

جاتا ہے۔

آپؒ کے کئی ایک تقریری مناظرے بھی ہیں خاص کر جو عالمِ شباب میں واقع ہوئے ہیں، اور آپؒ کی تقاریر جو اہلِ تقلید وغیرہ کے ردّ میں ہیں انہیں دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس علمی شخصیت کو کس قدر علمی قابلیت سے نوازہ ہوا ہے ع۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ قلعہ دیدار سنگھ میں جلسہ تھا، علماء تشریف لائے ہوئے تھے، اس جلسہ میں شہر گوجرانوالہ کے مشہور عالمِ دین مولانا اعظم صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ بھی خطاب کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے، قاری عبدالحفیظ صاحب فیصل آبادی بھی مدعوّ تھے، جلسہ کا موضوع تھا رفع الیدین اور قراءۃ خلف الامام وغیرہ، حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب سنن کبریٰ بیہقی کے پرانے نسخے کی ایک جلد بھی ساتھ لے کر آئے ہوئے تھے، انہوں نے کتاب کھول کر سامعین کے سامنے کی تھی جس طرح آج کل سیڈیز میں مناظرین کتاب سامنے کر دیتے ہیں، تاکہ سامعین بھی مستدل عبارت دیکھ لیں۔ قاری عبدالحفیظ صاحب نے عالمِ شباب میں اپنے مخصوص ترنم والے انداز میں قراءۃ خلف الامام کا مسئلہ بیان کیا تھا، ادھر اہلِ تقلید کے حنفی مقلّد مولوی قاضی عصمت اللہ دیوبندی اپنی مسجد سے بار بار رقعہ بھیج رہے تھے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یہ حدیث تو امام اور منفرد کے لیے ہے مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی دلیل پیش کرو، ہر خطیب یا عالم نے اپنے رواجی انداز میں جواب تو دیا تھا لیکن اہلِ تقلید مطمئن نہیں ہو رہے تھے، آخر کار ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نورپوریؒ کھڑے ہوئے انہوں نے نہایت علمی انداز اور حقیقت پر مبنی اور حنفی مذہب کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی پُر جوش تقریر ارشاد فرمائی کہ اہل تقلید پر ایک سکتہ سا طاری ہو گیا تھا حتی کہ ان میں دوبارہ رقعہ لکھنے کی ہمت ہی نہ رہی۔ اہل حدیث علماء و سامعین بھی آپؒ کی علمیت پر حیران رہ گئے تھے۔ بہت متاثر ہوئے تھے حتی کہ مولانا محمد اعظم صاحب نے جو کہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے آپؒ کی تحقیقی و علمی تقریر کے دوران ایک نعرہ تکبیر بلند کیا جو کہ آپؒ کے پاس ہی محراب

میں تشریف رکھے ہوئے تھے، آپؒ نے انہیں بھی اپنے جلالی لہجہ سے خاموش کرادیا، کیونکہ آپؒ تقریر کے دوران نعرہ لگانے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے اور انصات ہی کے قائل تھے، اس وقت آپؒ اور مولانا اعظم صاحبؒ دونوں کا عالم شباب تھا، آپؒ کی یہ علمی وتحقیقی تقریر سن کر مولانا خالد گرجاکھی صاحبؒ نے بھی آپؒ کی علمی شان میں غیبی طور پر تعریفی کلمات کہے تھے، آپؒ کی اس علمی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حنفی مذہب یعنی امام ابوحنیفہ کا مذہب کہ جس کی تقلید کرنے کا موجودہ دور کے احناف دعوٰی کرتے ہیں اور اس کی طرف بڑی شدومد سے دن رات عام دعوت دے رہے ہیں، قرأۃ خلف الامام والے مسئلہ میں اگر اس حنفی مذہب پر عمل کیا جائے تو صحیح بخاری (ج ا ص:۱۰۴) میں وارد رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک: ''لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب'' بالکل مہمل اور متروک ہوکر رہ جاتا ہے وہ اس طرح کہ اس فرمانِ نبوی کا مدعیٰ ومقتضی یہ ہے کہ کوئی سی نماز بھی سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بغیر نہیں ہوتی خواہ وہ نماز امام کی ہو یا اکیلے کی یا مقتدی کی، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام اور اکیلا نمازی قرآن مجید سے کسی سورۃ سے کوئی ایک ہی آیت پڑھ لے تو اس کی قرأت کا فرض ادا ہو جائے گا، خواہ وہ سورت فاتحہ سے ایک لفظ بھی نہ پڑھے۔

یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام اور اکیلے نمازی کے لیے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ اولین ص ۸۱ کتاب الصلوٰۃ فصل فی القرأۃ میں لکھا ہوا ہے کہ: ''وَاَدْنٰی مَا یُجْزِئُ من القرأۃ فی الصلوٰۃ ایۃ عندابی حنیفۃ'' یعنی نماز میں اگر کم از کم ایک آیت ہی پڑھ لی جائے تو کفایت کر جاتی ہے۔

اور یہ بھی چار رکعتی نماز میں سے پہلی دو رکعتوں میں ہے اور پچھلی دو رکعتوں میں اگر ایک آیت بھی نہ پڑھیں تو بھی کافی ہے، خاموش رہیں یا سبحان اللہ کہہ لیں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک کافی ہے۔ (دیکھئے: موطا امام محمد، ص:۱۰۱)

لیکن مقتدی کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ جہری وسری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے کسی رکعت میں بھی کچھ نہ پڑھے۔ (موطا امام محمد ص:۹۶)

دیکھئے نمازی مقتدی ہوتو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ نماز میں کچھ نہ پڑھے۔

اورنمازی امام ہو یا اکیلا ہو وہ بھی اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ کسی سورۃ کی کوئی ایک آیت ہی پڑھ لے تو اس کی قرأت والا فریضہ ادا ہو جائے گا۔

اب آپ خود ہی سوچئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ''لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب ''یعنی نہیں کوئی نماز اس کی جو نہ پڑھے سورہ فاتحہ، کون سے نمازی کی کون سی نماز کے متعلق ہے؟

اب ایک طرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز کے اندر معین طور پر سات آیات (یعنی سورہ فاتحہ) کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

اور ایک طرف امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نماز کے اندر غیر معین طور پر قرآن مجید سے کسی بھی جگہ سے صرف ایک آیت فرض ہے۔ (اور وہ بھی صرف امام اور منفرد کے لئے)

اب ہمارے حنفی بھائیوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ اس صورت میں انہیں کون سی راہ اختیار کرنا ہے؟

اگر وہ معین طور پر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کریں اور نماز میں سات آیات .....(یعنی سورۃ فاتحہ) پڑھنے کے قائل ہو جائیں، اور لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دیں تو ان کے امام کا قول ان سے چھوٹ جاتا ہے ان کی تقلید متروک ہو جاتی ہے۔

اور اگر وہ اپنے امام کے پیچھے لگ کر نماز میں غیر معین طور پر صرف ایک آیت کی فرضیت کے قائل ہوں اور وہ واقعی اس کے قائل و عامل بھی ہیں تو اس سے ان کے امام کی تقلید تو قائم رہتی ہے لیکن اس سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک تو ترک کرنا پڑے گا، وہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

اب ایمان کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کو ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیا جائے۔

امام ابوحنیفہ یا کسی اور امام کا قول چھوٹتا ہے تو بے شک چھوٹے اس کی پرواہ نہ کی جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں واجب الطاعہ ہیں، اور امام ابوحنیفہ تو خالی پیغمبر بھی نہیں

ہیں، پھر امام ابوحنیفہ کے پاس تو اجتہادی خطأ والا عذر موجود ہے، اور ان کی خطا میں ان کی تقلید کرنے والے تو اس عذر سے خالی ہیں، غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان پڑھ سن کر صرف امام کی تقلید کی آڑ میں اس فرمان نبوی کو نہ ماننا کہاں کا انصاف ہے؟ کل اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟

پھر جب قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا کوئی شخص ان اہل تقلید کے سامنے یہ حدیث کہ جس سے علی العموم سورۃ فاتحہ کی پڑھنے کی فرضیت نکلتی ہے یعنی لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب پیش کرتا ہے تو وہ فوراً یہ کہہ کر اس حدیث کو رد کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث امام اور اکیلے نمازی کے لیے ہے یہ مقتدی کے لیے نہیں ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے حنفی مذہب میں یہ حدیث کسی کے لیے بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث تو قرأۃ الفاتحہ کو فرض قرار دے رہی ہے اور ان کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا کسی نمازی پر بھی فرض نہیں ہے۔

یہ لوگ اپنے مذہب سے بھی بے خبر ہوتے ہیں یا پھر دفع الوقتی سے کام لیتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ انتھیٰ ملخص ما قال شیخنا رحمہ اللہ.

❀.....❀.....❀

طیب احمد یونس کا انتخاب

(درجہ اولیٰ، ب)

بدل کر بھیس پھر آتے ہیں زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات و منات
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

❀.....❀.....❀

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہوگا محمد بن عرفان ((درجہ اولیٰ)

کھجور ایک صحت بخش پھل

تحریر.....
محمد یحییٰ طاہر
(مسؤل مکتب جامعہ ھذا)

بلاشبہ کھجور ایک وسیع الفوائد رکھنے والا پھل ہے۔ اس کا درخت بہت اونچا (تقریباً ۲۵ سے ۳۵ فٹ) اور بالکل سیدھا ہوتا ہے اور اسکے آخری سرے پر پتے، پھول اور پھل لگتے ہیں۔ پھل بڑے بڑے گچھوں میں ہوتے ہیں۔ اسکے درخت کی دو اقسام ہوتی ہیں۔

۱۔ مادہ درخت

۲۔ نر درخت

مادہ درخت میں پھل لگتے ہیں جبکہ نر درخت میں صرف بور ہی ہوتا ہے۔ مادہ درخت کے پکے ہوئے پھل کو کھجور کہتے ہیں جبکہ درخت پر خشک شدہ پھل یا پکے ہوئے پھل کو بعد میں خشک کرنے سے خرما (چھوہارہ) بن جاتا ہے۔

کھجور کے درخت پاکستان میں سندھ اور پنجاب میں رحیم یار خان اور ملتان میں پائے جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ عراق، ایران، مصر اور سعودی عرب ہیں۔ اسکے وسیع و عریض باغات پائے جاتے ہیں۔ عراقی کھجور دنیا میں کوالٹی کے اعتبار سے بہترین شمار کی جاتی ہے۔

پختہ کھجور مزاجاً گرم تر ہے جبکہ نیم پختہ کھجور گرم خشک ہے اور کچی کھجور کا مزاج سرد خشک ہوتا ہے۔

کھجور کے فوائد

① .....کچی کھجور

کچی کھجور چونکہ مزاج کے اعتبار سے سرد خشک ہے یہ گرم مزاج والوں کیلئے خوب موافق ہے۔ یہ

منہ،مسوڑھے اور معدہ کی بیماریوں میں نافع ہے۔یہ سینہ اور پھیپھڑے کے امراض میں مضر ہے۔کیونکہ اس میں خشونت پائی جاتی ہے اور دیر ہضم ہے جبکہ اسمیں معمولی سی غذائیت پائی جاتی ہے۔

②.....نیم پختہ کھجور

اس میں خشکی کافی زیادہ پائی جاتی ہے یہ جسم کی رطوبات کو خشک کرتی ہے جبکہ معدہ کو صاف کرتی ہے پاخانہ روکتی ہے،منہ اور مسوڑھوں کیلئے فائدہ مند ہے۔قبض والا مریض اسکے کھانے کے بعد زیادہ پریشان ہوتا ہے اسکی سب سے زیادہ نفع بخش وہ قسم ہوتی ہے جو بآسانی چور ہوجائے اور ذائقہ میں شیریں ہواس کا زیادہ استعمال اور اسی طرح کچی کھجوروں کا کھانا انتڑیوں میں سدے پیدا کرتا ہے۔

③..... پختہ کھجور

کھجور اور خرما (خشک کھجور رچھوہارہ) کو کھانے سے بھرپور غذائیت حاصل ہوتی ہے اس میں سب سے زیادہ شکر (تقریباً ۶۰ سے ۷۰ فیصد) پائی جاتی ہے جبکہ اس کے علاوہ سوڈیم کلورائیڈ، فاسفورس، فولاد ، پروٹین، وٹامن اے، بی اور سی پائے جاتے ہیں۔

کھجور سرد مزاجوں کیلئے خوب موافق ہے ۔بدن کو فربہ کرتی ہے۔معدہ، جگر اور باہ کو طاقت دیتی ہے۔نظام اعصاب کو طاقت دیتی ہے۔لقوہ اور فالج میں فائدہ مند ہے۔اضافی بلغم کو خارج کرتی ہے گرم مزاج ہونے کیوجہ سے سرد مزاج والوں کیلئے فائدہ مند جبکہ گرم مزاج والوں کیلئے مضر ہے۔یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خرما کھانے سے جو خون پیدا ہوتا ہے وہ غلیظ (گاڑھا) ہوتا ہے اس لیے یہ جگر اور تلی کیلئے مضر ہے۔کھجوروں میں بہترین کھجور کی قسم افعال کے لحاظ سے عجوہ تسلیم کی جاتی ہے۔

کھجور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

کھجور کی اہمیت افادیت کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کو بہت زیادہ پسند فرماتے اور یہ آپ ﷺ کی مرغوب غذا میں شامل تھی اور اسے مختلف مواقع پر خصوصیت کیساتھ استعمال فرماتے۔

① حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ چند تازہ کھجوروں سے

روزہ افطار کرتے پھر نماز مغرب پڑھتے اگر تازہ کھجوریں میسر نہ ہوتیں تو چھوہاروں (خشک کھجور) سے افطار فرماتے اگر چھوہارے بھی میسر نہ ہوتے تو چند گھونٹ پانی پی کر افطار کر لیتے۔

ابوداؤد(۲۳۵۶)ترمذی(۶۰۶)احمد بن حنبل (۱۶۴/۳)اس کی سند صحیح ہے۔

تازہ کھجور، چھوہارہ یا پانی سے رسول اللہ ﷺ کے روزہ افطار کرنے میں بہت حکمت مضمر ہے اسلئے کہ روزہ کی وجہ سے معدہ غذا سے خالی ہوتا ہے جگر کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی کہ جسے وہ جذب کر کے جسم کو طاقت فراہم کر سکے جب اس حالت میں کھجور استعمال کی جائے تو جگر کی طرف جلد سرایت کر جاتی ہے جس سے جسم کو کافی زیادہ طاقت ملتی ہے اور پانی پینے سے معدہ کی لیٹ اور گرمی کنٹرول ہو جاتی ہے۔

② عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ککڑی کھجور کیساتھ کھا رہے ہیں۔

بخاری ، الاطعمة ،باب القثاء بالرطب (۴۸۸۹)مسلم شریف ،کتاب الاشربة ،باب اکل القثاء بالرطب(۲۰۴۳)

③ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ صمغ کھجور (درخت کھجور کے تنے کا اندرونی نرم حصہ/گوند کھجور) آپ ﷺ کے پاس لایا گیا آپ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جو مسلمان آدمی کیطرح ہے جس پر خزاں کبھی نہیں آتی اور اس کے پتے کبھی جھڑ کر نہیں گرتے۔

بخاری، الاطعمہ ،باب اکل الجمماد(۴۹۲/۹)مسلم، صفات المنافقین ،باب مثل النخلة(۲۸۱۱)

مذکورہ حدیث میں بیان کردہ صمغ کھجور زخموں کو مندمل کرتا ہے، بہتے ہوئے خون کو روکتا ہے، دستوں کیلئے مفید ہے۔اس کے درخت کا ہر حصہ مفید ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اسے مومن مسلمان کے ساتھ تشبیہ دی یعنی اس میں نفع اور خیر ہے۔

④ نبی ﷺ سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ آپنے فرمایا جس نے صبح کے وقت سات

چھوہارے کھائے تو اس کے بعد نہ اسے زہر نقصان دے گا اور نہ ہی اس پر جادو کا اثر ہوگا۔

بخاری، الطب ،باب الدواء بالعجوة(۱۰/۲۰۳، ۲۰٤)مسلم، الاشربة ،باب فضل تمر المدينة(۲۰٤۷)

⑤ایک مرفوع حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا جس گھر میں چھوہارے (خشک کھجور) نہ ہوں اس گھر کے لوگ بھوکے ہیں۔ مسلم(۲۰٤٦)

آپ ﷺ نے کھجور یا چھوہارے کو مختلف اغذیہ کیساتھ بھی کھایا ہے جیسے کہ مندرجہ ذیل میں حدیث کے الفاظ ہیں کہ:

⑥ آپ ﷺ نے چھوہارے کو پنیر کیساتھ اور روٹی کیساتھ اور اسی طرح بلا کسی چیز کے صرف چھوہارے کا لھانا بھی ثابت ہے۔ سنن ابوداؤد(۳۲۵۹)ترمذی(۱۵۳۱)جامع(۱۸٤)

⑦ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عجوہ کھجور جنت سے آئی ہے یہ زہر کیلئے شفا ہے کماۃ حسن کا ایک حصہ ہے اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفا ہے۔

ترمذی(۲۰٦۷)ابن ماجه(۳٤۵۳)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس عجوہ سے مراد مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور ہے جو وہاں کھجوروں کی ایک عمدہ قسم ہے انتہائی لذیز اور مزیدار ہوتی ہے اور تمام کھجوروں سے زیادہ شیریں اور رس دار ہوتی ہے۔

اللہ کا محبوب بندہ

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْ مِنْ هٰذَاالْبَابِ عَبْداً يُحِبُّكَ وَتُحِبُّهٗ))

''اے اللہ! اس دروازے سے اس شخص کو داخل کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور تو اس سے محبت کرتا ہے۔''

المستدرك للحاكم(۳/۴۹۹)(٦۱۱۷)حسن ،تاريخ دمشق(۲۲/۲۲۳، ۲۲٤)وصححه الحاكم

تو اس دروازے سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ رضوان صدیقی (درجہ خامسہ)

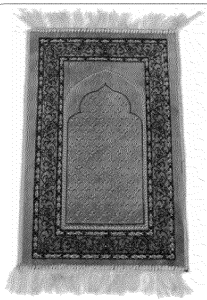

ہماری اور ہمارے اسلاف کی نماز

تحریر.....الشیخ عبدالمالک قاسم.....مترجم.....حبیب الرحمٰن بن حکیم عبدالرحمٰن حاصل پور

نماز اسلام میں ایسا مرتبہ رکھتی ہے کہ جس کو کوئی دوسری عبادت نہیں پہنچ سکتی یہ دین کا وہ ستون ہے کہ جس کے بغیر دین کی عمارت قائم ہی نہیں رہ سکتی، نیز عبادات میں سب سے پہلے جو بندوں پر فرض کی گئی ہے وہ نماز ہے اور اسی کا قیامت کے دن سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، اور یہ آخری چیز ہے جو دین میں گم ہو جائے گی اگر یہ ضائع ہوگئی تو سارا دین ضائع ہو جائے گا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس امت کے سلف وصالحین نے اس نبوی منہج پر کما حقہ عمل کر کے دکھایا۔ چند ایک نمونے قارئین کی نظر کئے جاتے ہیں، یہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ ہیں جن کی چالیس سال تک مسجد میں حاضری اس انداز میں ہوئی تھی کہ اذان سے پہلے مسجد میں موجود ہوتے تھے۔ سعید بن مسیّب کے غلام ''برد'' بیان کرتے ہیں مسجد میں اذان سے قبل سعید بن مسیّب پہنچ جاتے تھے اور چالیس سال سے یہ اہتمام کرتے آرہے ہیں۔ صفة الصفوة (۲/۸۰)

یحییٰ بن معین یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ چالیس سال تک سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں موجود ہوا کرتے تھے۔ السیرة (۹/۱۸۱) و تذکرة الحفاظ (۱/۲۲۹)

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نماز کے لیے اذان سے پہلے چل کر جانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ فلاں برے بندے کی طرح نہ ہو جانا وہ اس وقت آتا ہے جب اذان ہوتی ہے بلکہ نماز کے لیے اذان سے پہلے آیا کرو۔ التبصرہ (۱/۱۳۷)

عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ پر جان کنی کا عالم ہے مؤذن کی آواز سنتے ہی فرماتے ہیں میرا ہاتھ پکڑو اور مسجد لے چلو ساتھیوں نے کہا حضرت آپ تو شدید بیمار ہیں فرمایا: کیا میں اللہ کی طرف بلانے والے کی آواز

سنتا رہوں اور اللہ کے گھر میں نہ جاؤں؟ چنانچہ وہ ان کو مسجد میں لے گئے حضرت نے نماز مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ ادا فرمائی اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ صفة الصفوة(۱۳۱/۲)

اور یہ اس امت محمدیہ ؐ کے فاروق اعظم ہے ان کی نماز سے محبت کا یہ عالم ہے کہ سخت بے ہوشی بھی طاری ہوتی اور انہیں کہہ دیا جاتا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو یہ ہوشیار ہو کر بیٹھ جاتے۔ مسور بن مخرمۃ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو ان پر بے ہوشی طاری ہونے لگی کسی کہنے والے نے کہا کہ ان سے بے ہوشی دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان سے جا کر کہیے نماز کا وقت گیا ہے اگر ان میں زندگی کی رمق باقی ہے تو اٹھ کر بیٹھ جائیں گے۔ چنانچہ ان کو کہا گیا اے امیر المؤمنین! نماز کا وقت ہو گیا ہے کیا آپ نے نماز ادا فرمائی؟ حضرت ہوشیار ہو گئے اور فرمایا اللہ کی قسم! اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز کو چھوڑ دیتا ہے۔ پھر آپ جناب نے نماز ادا فرمائی اور خون آپ کے زخموں سے بہہ رہا تھا۔ تاريخ عمر (ص/ ۲۴۳) والزهد للامام أحمد (ص/ ۱۸۲)

یہ ربیع بن خیثم رحمہ اللہ ہیں انھوں نے اپنی زندگی کے شاندار طرز عمل کو تاریخ کی سطور میں کچھ اس انداز میں رقم کیا ہے کہ رت ہی بدل گئی ان کی ایک سائڈ فالج زدہ ہے اس کے باوجود کشاں کشاں گرتے پڑتے دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں چلے آ رہے ہیں۔ ساتھی کہتے ہیں حضرت آپ تو معذور ہیں اگر گھر میں نماز پڑھ لیں تو عنداللہ مجرم نہیں ٹھہریں گے۔ فرمانے لگے ساتھیو! ٹھیک ہے لیکن میں جب مؤذن کو سنتا ہوں کہ وہ کہہ رہا ہے آؤ فلاح کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف تو میرا ضمیر چیخ چیخ کر زبان حال سے گویا ہوتا ہے کہ پہنچ مسجد کی طرف اگرچہ پیٹ یا سرین کے بل گھسٹ کے ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ حلية الأولياء(۱۱۳/۲)

خلیفہ اول عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کسی آدمی کو دیکھیں کہ وہ نماز کے حق میں کمی کر رہا ہے تو سمجھ لیں کہ باقی حقوق میں اس سے بھی زیادہ کوتاہی کا مرتکب ہوگا۔ تاريخ عمر (۲۰۴/۲)

ایک دن منصور بن زاذان رحمہ اللہ نے وضوء فرمایا جب فارغ ہو گئے تو رونا شروع ہو گئے یہاں تک کہ آواز بلند ہو گئی آپ سے دریافت کیا گیا حضرت کیا بات ہے؟ کیا پریشانی ہے؟ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ فرمایا اس سے بڑھ کر اور پریشانی والی کیا بات ہوگی کہ میں ایسی ذات کے سامنے کھڑا ہونے

والا ہوں جس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہیں مجھ سے منہ ہی نہ پھیر لے۔

صفة الصفوة (۱۲/۲)

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں پچاس سال سے میری تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی اور نہ ہی ۵۰ سال سے میں نے نماز میں کسی آدمی کی گدی کی طرف دیکھا ہے یعنی دوسری صف میں نماز نہیں پڑھی تو گدی کیسے دیکھتا۔ وفیات الاعیان(۳۷۵/۲) و حلیة الاولیاء (۱۶۳/۲)

وکیع بن جراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعمش کی ستر سال تک کوئی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

تذکرة الحفاظ(۱۵٤/۱)والسیر (۲۲۸/٦)

بعض ایسے سلف بھی گزرے ہیں جن کی چالیس سال تک ایک مرتبہ تکبیر اولیٰ فوت ہوئی اور وہ بھی انتہائی عذر کی بنا پر۔ ابن سماعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ۴۰ سال تک میری تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی سوا اس دن کہ جس دن میری والدہ محترمہ کا انتقال ہوا۔ السیر (٦٤٦/١٠)

حاتم الاصم کا تذکرہ قابل ذکر ہے فرماتے ہیں: مجھے سے جماعت فوت ہوگئی تو صرف اب اسحٰق البخاری میری تعزیت کرنے آئے اگر میرا بیٹا فوت ہوتا تو ہزار سے زائد لوگ تعزیت کے لیے آتے۔ اس لیے کہ لوگوں کے ہاں دنیا کا غم دین کے غم سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ مکاشفه القلوب (ص/ ۳٤٦)

جناب عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ منبر پر تھے فرماتے ہیں کہ بیشک آدمی اپنے چہرے کو اسلام میں بوڑھا کر لیتا ہے لیکن اللہ کے لیے نماز پوری پڑھنا نہیں سیکھتا۔ کہا گیا وہ کیسے، فرمایا: وہ نماز میں خشوع خزوع، عاجزی وانکساری اور توجہ الی اللہ پوری نہیں کرتا۔ الاحیاء (۲۰۲/۱۰)

پیارے بھائی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے کو نصیحت تھی کہ اے بیٹا ہر نماز الوداعی سمجھ کر پڑھنا اور نماز پڑھتے ہوئے یہ ذہن میں رکھنا کہ تجھے دوبارہ نماز کا موقع نہ مل سکے گا۔ اے میرے بیٹے خوب ذہن نشین کر لے کہ مومن دو بھلائیوں کے درمیان ہوتا ہے اور دنیا فانی سے کوچ کر جاتا ہے۔ ایک بھلائی جو اس نے آگے بھیج دی اور دوسری جس کو اس نے مؤخر کر دیا۔ صفة الصفوة (٤٩٦/١)

اظہارِ تعزیت

مسجد الحرام کے سینئر امام وخطیب فضیلۃ الشیخ محمد عبداللہ السبیل رحمہ اللہ انتقال فرما گئے

تحریر.....ابوعبدالرحمٰن شاکر

مکہ مکرمہ حرمین شریفین امور کی انتظامیہ کے سابق سربراہ اور مسجد الحرام کے سینئر امام وخطیب فضیلۃ الشیخ محمد عبداللہ السبیل رحمہ اللہ حرکت قلب بند ہوجانے سے 19 دسمبر 2012ء کو انتقال کر گئے۔ انکی نماز جنازہ مسجد الحرام میں ادا کی گئی جس میں پاکستانیوں سمیت لاکھوں فرزندان اسلام نے شرکت کی۔ انہیں ائمہ حرم کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ امام کعبہ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل اسلام کے قلعہ پاکستان اور پاکستانیوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ 28 مئی 1998ء میں جب نواز شریف نے ایٹمی دھماکے کئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے بیت اللہ شریف میں شکرانے کے نوافل ادا کئے، وہ اپنے خطبات میں ببانگ دہل کہا کرتے تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت اب قبلہ اول اور کشمیر کی آزادی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی اور شہداء کا مقدس خون جلد رنگ لائیگا۔ امام کعبہ الشیخ السبیل آزادی کشمیر وفلسطین، اتحاد بین المسلمین، سعودی عرب اور پاکستان سمیت دیگر تمام اسلامی ممالک کے استحکام وترقی کیلئے خصوصی اجتماعی دعائیں بھی کراتے۔ سابق امام کعبہ کے انتقال پر سبھی لوگوں نے دلی افسوس کا اظہار کیا ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سربراہ پروفیسر ساجد میر کی قیادت میں وفد نے مکۃ المکرّمہ میں امام کعبہ الشیخ عبداللہ بن سبیل کے جنازے میں شرکت کی۔ وفد میں مرکزی ناظم اعلیٰ حافظ عبدالکریم، مولانا ابوتراب اور عبدالمالک مجاہد شامل تھے۔ پروفیسر ساجد میر نے اپنے تعزیتی بیان میں مرحوم کی دینی، علمی اور رفاہی خدمات پر انہیں زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ امیر جماعۃ الدعوۃ پروفیسر حافظ محمد سعید، حافظ عبدالرحمٰن مکی، مولانا امیر حمزہ ودیگر نے امام کعبہ الشیخ محمد بن عبداللہ سبیل کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ امام کعبہ الشیخ عبداللہ بن سبیل کی عالم اسلام کے لئے گرانقدر خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا۔ امام کعبہ کی ملک بھر میں غائبانہ

نماز جنازہ ادا کی گئی۔

جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) گوجرانوالہ کے خطیب مولانا حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ نے بھی خطبہ جمعہ میں ان کی سانحہ ارتحال پر غم وملال کا اظہار کیا اور بعد از نماز جمعہ غائبانہ نماز جنازہ ادا کی، حافظ صاحب نے راقم کو بتلایا کہ شیخ عبداللہ السبیل مساجد ومدارس کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو کہ یہاں انہوں نے مسجد ومدرسہ قائم نہ کروایا ہو، مزید فرمانے لگے کہ وہ پاکستان میں بھی کئی مرتبہ آئے خصوصا شہر گوجرانوالہ میں، ایک مرتبہ تقریبا 1986ء میں وہ گوجرانوالہ تشریف لائے تو تین مقامات پر حاضر ہوئے ایک باجی ثریا رحمہا اللہ کے مدرسہ میں اور دوسرا چاندنی چوک عثمانیہ مسجد میں ٹھہر کر دو رکعت نماز ادا کی اور جامعہ اسلامیہ سلفیہ مسجد مکرم میں نماز مغرب کے بعد تفصیلی خطاب فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر بھی فرمایا۔ استاد محترم محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ ان کی رحلت کے بعد ایک دن فرمانے لگے کہ الشیخ عبداللہ السبیل رحمہ اللہ کو وہ اعزاز حاصل ہے جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو حاصل تھا کہ وہ باپ بیٹا امام کعبہ تھے اسی طرح الشیخ عبداللہ السبیل رحمہ اللہ اور ان کے بیٹے عمر السبیل دونوں اس مسند پر رہ چکے ہیں، شیخ عمر السبیل چند سال قبل ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے تھے اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

مفسر قرآن کے لیے دعائے نبوی ﷺ

عبدالمنان سلفی (درجہ اولیٰ، الف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

((ضَمَّنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى صَدْرِهِ قَالَ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ))

''مجھے نبی کریم ﷺ نے اپنے سینے سے لگایا اور دعا کی: اے اللہ! اسے حکمت کا علم عطا فرما''۔

اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: ((عَلِّمْهُ الْكِتَابَ))

''(اے اللہ!) اس کو کتاب (قرآن) کا علم عطا فرما''۔

صحيح بخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب ذكر ابن عباس (٣٧٥٦) وابن ماجه (١٦٦)

پانی پینے کے آداب

مراسلہ: قاری لقمان محمدی (مدرس جامعہ ھذا)

۱۔ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے۔(الاوسط للطبرانی ۲/ ۳۵۱)
۲۔ پانی دائیں ہاتھ سے پیا جائے۔(صحیح مسلم: ۲۰۲۰)
۳۔ پانی تین سانسوں میں پیا جائے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے کی چیز (مشروب) تین سانسوں میں پیتے تھے۔(صحیح البخاری: ۵۶۳۱، صحیح مسلم: ۲۰۲۸)

یعنی پانی پیتے وقت تین بار سانس لیا جائے اور پھر سانس برتن سے منہ ہٹا کر لینا چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح البخاری: ۵۶۳۰)

۱۔ پانی بیٹھ کر پیا جائے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔قتادہ نے کہا کہ ہم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہوکر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا: یہ تو سب سے بدتر یا سب سے زیادہ خبیث (عمل) ہے۔اور مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔(صحیح مسلم: ۲۰۲۴)

بغیر کسی مجبوری کے بعض دفعہ کھڑے کھڑے پانی پینا جائز ہے

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چلتے پھرتے کھا لیتے اور کھڑے کھڑے پانی (بھی) پی لیتے تھے۔(سنن الترمذی: ۱۸۸۰، صحیح)

عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے (دونوں طرح پانی وغیرہ) پیتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الترمذی: ۱۸۸۳ وسندہ حسن)

پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے راضی ہوتا ہے جو کھانا کھانے یا مشروب (پانی

وغیرہ) پینے کے بعد اللہ کی حمد بیان کرتا ہے۔(صحیح مسلم : ٢٧٣٤)

سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیا جائے۔(صحیح البخاری : ٥٦٣٣، صحیح مسلم : ٢٠٦٧)

اگر پانی میں تنکا پڑا ہو تو اسے پھونک مار کر نہ گرائیں بلکہ برتن ٹیڑھا کر کے اسے بہا دیں۔

(سنن الترمذی : ١٨٨٧ وسندہ صحیح)

پانی پلانے کے آداب:

پانی پلانا بڑا اچھا عمل ہے اور اس میں بہت ثواب ہے۔

ایک آدمی نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔

(صحیح البخاری: ٢٣٦٣)

جب جانوروں کو پانی پلانے کی اتنی فضیلت ہے تو پھر اشرف المخلوقات انسانوں کو پانی پلانے کی کیا فضیلت ہوگی؟

١۔ پانی پہلے دائیں طرف والے آدمی کو پلایا جائے۔(صحیح البخاری : ٥٦١٩)

٢۔ پانی کا برتن دائیں ہاتھ سے دیا جائے اور دائیں ہاتھ سے ہی پکڑا جائے۔

(صحیح مسلم : ٢٠٢٠)

٣۔ پانی پلانے والا سب سے آخر میں پیئے۔(صحیح مسلم : ٢٨١)

٤۔ پانی پلانے والے کو یہ دعا دی جائے ((اللھم اطعم من أطعمنی واسقِ من سقانی))

(صحیح مسلم : ٢٠٥٥)

بعض لوگ بعض خاص دنوں میں پانی کی سبیلیں لگاتے ہیں یہ بدعت ہے، اس سے بچا جائے۔

انتخاب: سلسلہ احکام شرعی لابن بشیر الحسینوی حفظہ اللہ

میرا پسندیدہ شعر

حسرت انسان ہے کہ بن جائے فرشتہ لیکن
ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انسان ہوتا

مراسلہ: محمد قاسم گجر گوجرانوالہ

ایس ایم ایس

تحریر.....حافظ مقصود احمد (صدر یوتھ فورس سٹی گوجرانوالہ)

ابلاغ پیغمبروں کا مشن ہے اسی کا حکم رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

«بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ بِآیَةٍ».

''مجھ سے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔'' صحیح البخاری(۳٤٦١)

اس فرمان کی رو سے ابلاغ امت کے ہر ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

مشن ابلاغ وقت ومکان کی قید سے آزاد ہے لیکن انداز ابلاغ اور مواد ابلاغ پر شریعت نے پہرے بٹھائے ہیں۔

بری بات کا ابلاغ اللہ کو ناپسند ہے

﴿لَایُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾[النساء:١٤٨]

''بری بات کے اظہار کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔''

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾[النور:١٩]

''بے شک مومنوں میں بے حیائی کا فروغ چاہنے والوں کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔''

انداز اور مواد ابلاغ کیسا ہو

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾[النحل:١٢٥]

''اپنے رب کی راہ کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت (اچھے انداز والفاظ) سے دعوت دو۔''

دین اسلام چونکہ آسمانی دین ہے اس لیے اس کی دعوت بھی آسمانی دلائل و براہین کے ذریعے ہونی چاہیے جیسے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا:

﴿بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾.[المائدۃ:٦٧]

''پہنچاؤ وہ جو آپ پر نازل کیا گیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے دینی راہنمائی کرنے میں وحی الٰہی پر ایسا انحصار کیا خود قرآن نے گواہی دی:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾. [النجم:٤.٣]

''آپ ﷺ (دین کے بارے) اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے (دین میں) آپ کا کلام تو وحی ہی ہوتا ہے جو آپ پر اتاری جاتی ہے۔''

جب ابلاغ وقت و مکان کی قید سے آزاد ہے تو تمام ذرائع اور مواقع کو ابلاغ کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ اگرچہ جدید دور میں ایجادات، عادات کی خرابی کا ذریعہ بن چکی ہیں تاہم اس میں ان لوگوں کی کمی نہیں جو دین سے آگاہی کے لیے جدید ذرائع استعمال کرتے ہیں اس لیے اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان ذرائع پر صحیح اسلامی راہنمائی کی فراہمی کو یقینی بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ وگرنہ نسل نو کا دین وہی ہوگا جو وہاں میسر ہے۔

انہی جدید ذرائع میں سے ایک موبائل میسج بھی اہم ذریعہ ابلاغ بن چکا ہے جس کے ذریعے دین کے نام پر ایسا بہت کچھ سارا دن گردش میں رہتا ہے جس کی تحقیق کرنے سے اس کا اسلام سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہو پاتا۔ ایسے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ فرامین کے ذریعہ اپنی لائن لینتھ (Line.Lenth) ٹھیک کر لینی چاہیے۔

«مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»[البخاری (٢٦٩٧)]

''جس نے ہمارے دین میں وہ بات ڈاخل کی جو اس میں نہیں وہ بات مردود ہے۔''

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ جَهَنَّمَ» [البخاری (٣٤٦١)]

''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

یا یوں فرمایا جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

«كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَن يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ».[مسلم :٤]

''کسی شخص کے لیے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی ہوئی بات کو (آگے) بیان کرے۔''

سو ہمیں چاہیے کہ محض ثواب کی نیت سے ہر بات (SMS) فاروڈ (Forword) نہ کرتے جائیں بلکہ پہلے اس کے سچا ہونے کا یقین کریں۔

اسی ضمن میں اہل علم کی راہنمائی میں چلنے والی میسج سروس اے وائی ایف بھی ہے جس پر باحوالہ مصدقہ میسج روزانہ بھیجے جاتے ہیں آپ بھی اسے جوائن کریں اور دوستوں کو بھی دعوت دیں تا کہ اس میدان ابلاغ کو تحریف دین کا ذریعہ بننے سے روکا جا سکے اور حقیقی اسلام کا تعارف عام ہو۔

میسج سروس جوائن کرنے کا طریقہ

اپنے موبائل سے F ollow AYF لکھ کر 8001 پر sms کر دیں یاد رہے follow اور AYF کے درمیان سپیس ضرور دیں۔

مزید تفصیلات کے لیے رابطہ کریں:0333-8506136

میں رب کے حضور سجدہ نہیں چھوڑ سکتا

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آخری عمر میں ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اطباء اور معالجین نے مشورہ دیا کہ آپ کا علاج تو ہو سکتا ہے، مگر اس کے لیے آپ کو چند دن نماز ترک کرنا ہوگی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''میں نماز نہیں چھوڑ سکتا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے نماز چھوڑی، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ پاک اس سے سخت ناراض ہوگا۔''

حیاۃ الصحابہ (۳/ ۱۱۲)

حافظ افنان احمد (کلاس قاری ابوبکر المنشاوی)

تبصرہ کتب

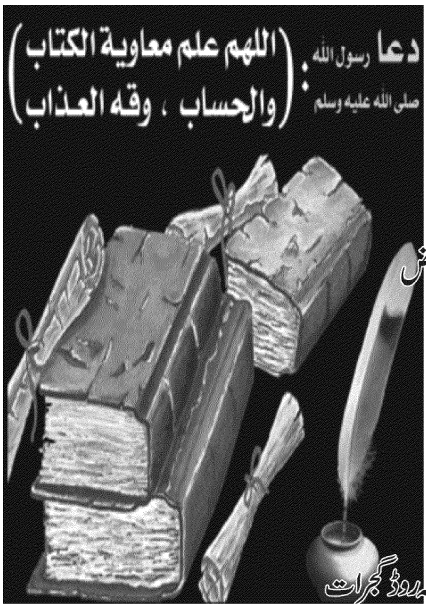

نام کتاب بیاض محمدی مع علاج الامراض

مؤلف حکیم مدثر محمد خاں

صفحات ۲۲۴

تبصرہ نگار محمد رمضان یوسف سلفی

قیمت ۱۲۵

ناشر ادارہ طبیب حاذق شاہ دولہ روڈ گجرات

تخلیق انسان اللہ تعالیٰ کی خلاقی وصناعی کا ایک بے مثال شاہکار ہے۔ یہ مشینری باقاعدہ ایک نظام کے تحت کام کرتی ہے۔ لیکن بعض اوقات غیر محتاط رویہ یا دیگر اسباب اس کے افعال میں خلل کا باعث بنتے ہیں جسے مرض کا نام دیا جاتا ہے۔ وجود مرض علاج کا متقاضی ہوا اور پھر اس کے تدارک کے لیے اللہ کریم نے جڑی بوٹیاں اور طبیب پیدا کیے۔ ہم اپنے آس پاس دیکھیں تو بہت سے مریض نظر آئیں گے جو مختلف عوارض کا شکار ہیں۔ ایسے میں ڈاکٹر اور حکیم حضرات ہی ہیں جو ان کے درد کی دوا مہیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان مریضوں کو صحت عطا فرما دیتا ہے۔ بدوِ شعور ہی پہلے سنتے آرہے ہیں کہ طبیب حضرات کسی کو اپنے مجرب نسخہ جات دینے اور انھیں شائع کرنے میں بخیل واقع ہوئے ہیں۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے۔ لیکن کچھ ایسے طبیب بھی ہیں جو لوگوں کی خیر خواہی کے لیے نسخہ جات مہیا کرنے میں بڑے فیاض واقع ہوئے ہیں۔ ایسے ہی محسنین میں ہمارے فاضل دوست جناب حکیم مدثر محمد خاں صاحب ہیں، جنھوں نے اپنے آباء واجداد کے مجربات کو دریا دلی سے ''بیاض محمدی مع علاج الامراض'' میں کھول کر بیان کیا ہے۔

یہ کتاب ترتیب کے اعتبار سے بہت عمدہ ہے۔ اور طبیبوں، ویدوں اور معالجوں کے لیے گراں

قدر تحفہ ہے۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے افادۂ عام کے لیے ان مجربات کو شائع کروایا ورنہ اس طرح کی چیزیں سینوں میں ہی مٹی تلے دب جاتی ہیں۔کتاب کا اسلوب نگارش بھی عمدہ ہے اور کتاب کے شروع میں مؤلف صاحب نے عمدگی سے اپنے عالی قدر بزرگ اطباء کا تعارف پیش کیا ہے۔

بیاض محمدی کی اشاعت پر ہم محترم حکیم صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔اور کتاب کے ناشر ادارہ طبیب حاذق کے اصحاب عالی قدر کی اس مساعی کو قابل قدر گردانتے ہیں۔بلاشبہ ادارے کی طبی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین

(۲)

نام کتاب	پیکر اخلاص مولانا محمد ادریس ہاشمی
مصنف	محمد رمضان یوسف سلفی
صفحات	۱۲۷
تبصرہ نگار	حکیم مدثر محمد خادم
ناشر	دارالحدیث معاویہ لاہور

ماہنامہ، صدائے ہوش، جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن میں استاذ نا شیخ الحدیث حافظ محمد بنیامین صاحب رحمہ اللہ کے نام اعزازی آیا کرتا تھا۔اس کے ذریعے راقم السطور مولانا سید محمد ادریس ہاشمی رحمہ اللہ کے نام اور کام سے آشنا ہوا۔ایک مرتبہ برادرم مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب نے میرے چھوٹے بھائی کے ہاتھ صدائے ہوش کے متعدد شمارے بھیجے،جن کے مندرجات سے مستفید بھی ہوا اور متاثر بھی۔یہ رسالہ مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کی ادارت میں آنے سے قبل عام میگزین کی حیثیت سے شائع ہوتا تھا۔میرے طبیہ کالج کے ساتھی اور ہم نام برادرم مدثر حسین صاحب اس کے مالک و مدیر تھے۔ان کی زبان سے راقم نے مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کا تذکرہ بڑے تکریم آمیز لہجے میں سنا تھا۔مولانا مرحوم جس علاقے میں مقیم تھے وہاں بہت گھوما پھرا ہوں لیکن باوجود خواہش کے ان کی زیارت سے محروم رہا۔اس کا مجھے افسوس رہے گا۔

کئی اعتبار سے مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کی حیات کے متنوع نقوش ان کی بھرپور زندگی کے عملی مظاہر ہیں۔لیکن مجھے ان کے جن اوصاف حمیدہ نے زیادہ متاثر کیا وہ ہیں ان کی جماعت غرباء اہلحدیث سے انتہائی نظریاتی وابستگی اور جہد مسلسل۔یہ دونوں عمل عظیم ہیں۔ظاہر ہے کہ عظیم کام عظیم لوگوں کے حصے میں آتے ہیں یا عظیم کام کرنے کے بعد فاعل بھی عظیم گردانے جاتے ہیں۔انکی زندگی کے متعدد پہلو سامنے رکھ کر کوئی شخص آسانی سے اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ حضرت مولانا ہاشمی رحمہ اللہ نے بہت متحرک اور مصروف زندگی گزاری۔ان کی تدریسی، تعلیمی، علمی، ادبی، تبلیغی، سیاسی، تنظیمی، تحریری اور صحافتی خدمات کو ہمارے محترم مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب حفظہ اللہ نے «اذکروا محاسن موتاکم» کے تحت ''پیکر اخلاص مولانا محمد ادریس ہاشمی رحمہ اللہ حیات وخدمات'' میں محفوظ کر دیا ہے۔ محترم سلفی صاحب حفظہ اللہ کو اللہ کریم نے تاریخ وشخصیات وخدمات اہل حدیث رقم کرنے کا عمدہ سلیقہ عطا فرمایا ہے۔وہ اس سلسلے میں قابل قدر کام کر چکے ہیں۔یہ اسی سلسلے کی پانچویں کتاب ہے۔

اس کتاب میں انھوں نے مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کی خدمات کو اجاگر کر کے خوبصورت طریقے سے نسل نو تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیا ہے۔متعدد بزرگ علماء کی تقاریظ زینت کتاب ہیں۔آخر میں مولانا کی وفات کے بارے میں مختلف اخبارات ورسائل کے تعزیتی شذرے اور کئی اہل علم کے خطوط درج ہیں جو انھوں نے مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے ورثاء کے نام لکھے۔

یہ کتاب دینی قیادت اور کارکنان کے لیے راہنما کا درجہ رکھتی ہے.....تاریخ اہلحدیث کا ایک روشن باب ہے.....اپنے عہد کی تاریخی دستاویز ہے.....اور بقول حضرت الامام، سوانحی ادب میں اچھا اضافہ ہے، مقام مسرت ہے کہ جس تندہی اور سرعت کے ساتھ مولف ومصنف نے اسے تحریر کیا ہے اسی رفتار سے مولانا محمد زاہد ہاشمی ازہری حفظہ اللہ نے ۱۲۷ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو قدوسیہ اسلامیہ پریس سے چھپوا کر اپنے ادارے دارالحدیث جامعہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے شائع کر کے شرف حاصل کر لیا ہے، اللہ تعالیٰ دونوں کو جزائے خیر دے اور مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کے لیے صدقہ بنائے۔آمین

جائے گا جب یہاں سے کچھ بھی نہ پاس ہوگا
دوگز کفن کا ٹکڑا تیرا لباس ہو گا

مراسلہ: قاری محمد دلاور منشاوی

ویسے تو اسلام نے ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی ہے لیکن پڑوسیوں کے ساتھ خصوصی شفقت ورحمت اور نرمی کے ساتھ پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے۔اس مقام پر میں قارئین کے لیے چند حقوق کی نشاندہی کرتا ہوں۔

① پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے کی نصیحت اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے:

﴿ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ ﴾[النساء : ٣٦/٤]

''(اور اللہ نے) ہمسایہ قریب اور ہمسایہ بیگانہ اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ (نیکی کا حکم دیا ہے)''۔

② اگر ہمسایہ انہوں سے تنگ ہو تو سمجھ لے کہ اس کا ایمان مکمل نہیں ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم وہ مومن نہ ہوگا۔اللہ کی قسم وہ مومن نہ ہوگا اللہ کی قسم وہ مومن نہ ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یہ کون یارسول اللہ! فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں''۔ بخاری،الادب، باب اثم من لا یأمن جارہ بوائقہ(٦٠١٦)

③ ہمسایہ سے اچھا سلوک جزءایمان ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے''۔

بخاری، الادب.(٦٠١٩)

④ ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنے والا اللہ کا محبوب بندہ ہے:

''آپ ؐ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہے

اور پڑوسیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہے''۔

ترمذی البر والصلة باب ماجاء فی حق الجوار (١٩٤٤)

⑤ ہمسایہ کو اذیت دینے والا جنت میں نہیں جاسکتا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے امن میں نہ ہو''۔ مسلم، الایمان: (٤٦)

⑥ پڑوسی کا خیال نہ رکھنے والے کو ناقص الایمان کہا گیا ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص (پورا) ایمان والا نہیں ہوسکتا جو خود اپنا پیٹ بھر لیتا ہے اور اس کا پڑوسی اس کے پاس بھوکا رہتا ہے''۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة (١٤٩)

⑦ پڑوسیوں کو تحفہ وغیرہ دیتے رہنا چاہئے کیونکہ اس سے الفت پیدا ہوتی ہے اور معاشرہ منکرات سے پاک رہتا ہے:

''عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان میں سے کس کے پاس (ہدیہ) بھیجوں'' فرمایا ''جس کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو''۔ بخاری، الادب، باب حق الجوار فی قریب الابواب.

⑧ رسول اللہ ﷺ نے ابوذر کو نصیحت فرمائی:

''اے ابوذر! جب شوربا پکاؤ تو پانی بڑھا دو اور اس سے اپنے ہمسایوں کی خبر گیری کرتے رہو''۔

مسلم، البر والصلہ، باب ماجاء فی الحق الجوار.

⑨ یہود و نصاری میں بھی پڑوسی سے حسن سلوک کو بہت اہمیت حاصل ہے:

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: تو اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا کہ اپنے آپ کو۔ مرقس: (١٢. ٣٠)

⑩ ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا اور محبت و اخوت سے رہنا بامروت اور اچھے لوگوں کی نشانی ہے۔

۱۔آل جامعہ تلاوت اور نظم ونعت کا مقابلہ:

جامعہ ھذا کے طلباء کے درمیان بتاریخ 12-12-16 آل جامعہ تلاوت اور نظم ونعت کا مقابلہ منعقد کیا گیا جس میں جامعہ کے تمام شعبہ جات کے طلباء نے حصہ لیا تمام اساتذہ کی موجودگی میں طلباء نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور پوزیشن ہولڈر طلباء نے مدیر اعلی حافظ اسعد محمود حفظہ اللہ کے ہاتھوں انعام وصول کئے، پوزیشن ہولڈر طلباء کے علاوہ اس مقابلہ میں حصہ لینے والے تمام طلباء کو بھی انعامات سے نوازا گیا، پوزیشن ہولڈر طلباء کے نام یہ ہیں

تلاوت سے: اول: قاری انس دوم: قاری لقمان سوم: زنیر دانش

نظم ونعت سے: اول: عمر خطاب دوم: حافظ وقار الحسن سوم: حافظ عمر داراز

۲۔شیخ مسعود عالم حفظہ اللہ کا درس قرآن:

مرکزی جمعیت اہلحدیث سٹی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام ۲۴ دسمبر ۲۰۱۲ء بعد نماز عشاء جامع مسجد مکرم میں فیصل آباد کے معروف عالم دین فضیلۃ الشیخ مولانا مسعود عالم صاحب حفظہ اللہ کا درس قرآن ہوا جس کا عنوان تھا..... ''معاشرے میں علماء کا کردار'' پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید اور حمد باری تعالیٰ سے ہوا، ابتدائیہ کلمات ناظم اعلی سٹی گوجرانوالہ حافظ عمران عریف صاحب نے کہے اور پھر شیخ نے اپنے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا اس کی چند جھلیاں میں احباب کی نظر کرتا ہوں۔

۱.....انہوں نے فرمایا کہ دور حاضر میں علماء کو اپنی ذمہ داری سمجھنے کی ضرورت ہے اور معاشرے کو علم کی روشنی سے جہالت وظلمت کے اندھیروں سے نکالیں۔

۲.....علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت درہم و دینار نہیں بلکہ علم ہے۔

۳.....جس طرح علماء نبی ﷺ کی میراث کے وارث ہیں اسی طرح علماء آپ ﷺ کے منصب کے بھی وارث ہیں انہیں آپ کی ہر سنت کو اپنانا چاہئے اور اسی طریقہ سے معاشرے کی اصلاح کے لیے کام کرنا چاہئے جس طرح رسول اکرم ﷺ نے کیا تھا اور جہالت میں ڈوبا معاشرہ ساری کائنات کے لیے نمونہ بن گیا تھا۔

۴.....انہوں نے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا کہ علماء نے باجماعت نماز کا اہتمام تو کرنا ہی ہے انہیں چاہئے کہ وہ نماز تہجد کا بھی اہتمام کریں۔

۵.....علماء کو عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے کیونکہ قول سے زیادہ عمل میں قوت ہوتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ صلح حدیبیہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں، صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں، لیکن لوگ اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا، یہاں تک کہ جیسا صحیح بخاری میں ہے، تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی ایک شخص بھی آمادہ نہ ہوا (چونکہ معاہدہ کی شرطیں بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اس لیے تمام لوگ رنجیدہ اور غصہ سے بے تاب تھے) آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور ام سلمہؓ سے شکایت کی، انہوں نے کہا ''آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیں، آپ نے باہر آ کر خود قربانی کی اور بال منڈوائے، اب جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو سب نے قربانیاں کیں۔

۶.....علماء کو ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ قوم مسائل و مصائب ضرور کھڑے کرتی ہے لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارا راستہ انبیاء والا راستہ ہے اور لوگ انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتے آئے ہیں، اپنے پیش نظر اللہ کی رضا مقصود رکھنی چاہئے۔

۷۔ علماء کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ جہد مسلسل کو اپنا دستور بنائیں اور اپنی محنت پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ راتوں کو اٹھ کر رب کے سامنے اپنی عرضی بھی رکھیں کہ اے اللہ! میں تو اتنا ہی کر سکتا تھا اب تو ہی جہالت میں ڈوبی قوم کو ہدایت نصیب فرما۔

پروگرام کے اختتام پر مدیر جامعہ مولانا حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ نے صدارتی کلمات ارشاد فرمائے ،انہوں نے جو اہم بات اپنے بیان میں ریکارڈ کروائی وہ یہ تھی کہ تنظیمی اختلاف اپنی جگہ مسلکی بیس پر تمام اہلحدیث کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کتاب وسنت کی آبیاری کے لیے محنت کرنی چاہئے۔

۳۔محترم جناب عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ مدیر جنوبی ہند کا دورے مسجد مکرم

مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ پاکستان بھر میں مختلف دینی اداروں کی تعمیر اور کفالت سے لے کر مساجد کا جال بچھانے والا کامیاب ترین ادارہ مناہل الخیریہ کے انتہائی لائق احترام شخصیات تشریف لائیں جن میں سرفہرست حضرت مولانا عارف جاوید محمدی صاحب حفظہ اللہ جو کویت میں اپنے رفقاء سمیت انتہائی اہم کام سرانجام دے رہے ہیں اور ہمارے سلف کی دینی خدمات اور ان کی کتب کے غیر مطبوعہ مسودات تلاش کر کے شائع کرنے میں دن رات مصروف ہیں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور کئی کتابوں پر کام جاری ہے ۔انکے ساتھ شیخ فرقان صاحب حفظہ اللہ جو پاکستان میں مناہل الخیریہ گوجرانوالہ کے شعبہ مساجد کے ذمہ دار ہیں اور انتہائی احسن انداز میں دن رات مساجد کی تعمیر میں مصروف عمل ہیں ۔اور ان کے ساتھ مولانا حافظ شاہد محمود صاحب حفظہ اللہ بھی تشریف لائے جو اسی ادارہ میں شعبہ تصنیف میں کام کر رہے ہیں بہت سی اہم کتب جیسے دوام حدیث ،نگارشات، مقالات حدیث اور خصوصا شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی کتابیں شائع کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ مہمانان گرامی حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ کی دعوت پر تشریف لائے۔اساتذہ جامعہ کے ساتھ ان کی مجلس بھی ہوئی اور بہت سی علمی اور اصلاحی باتوں پر تبادلہ خیال ہوا۔مہمانوں نے جامعہ کے تمام شعبہ جات کا وزٹ کیا اور انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔جامعہ ان کے قدم رنجہ ہونے پر ان کا انتہائی شکر گزار ہے اور ان کے دعا گو ہے کہ اللہ تعالی ان کی تمام جہود علمیہ اور مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور انہیں زیادہ سے زیادہ دین حنیف کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے۔

۴۔26 جنوری کو جامعہ ھذا کے تمام شعبہ جات کے ششماہی امتحان ہو رہے ہیں۔